قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم ولو بشاۃ

مسائل ولیمہ

تالیف

مولانا مفتی ریاض محمد بگرامی

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
رئیس دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی

الخلیل پبلشنگ ھاؤس
راولپنڈی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم ولو بشاۃ

مسائل ولیمہ

اس مختصر رسالہ میں ولیمہ کی لغوی و شرعی تحقیق، اقسام ولیمہ، شرعی حیثیت، دعوت قبول کرنے کا حکم، قبول کرنے کی شرائط، وقت ولیمہ، ولیمہ کی حکمت و مصلحت، مسائل طفیلی، مقدار ولیمہ، افضل ولیمہ، بلا ولیمہ، ازواج مطہرات اور سلف صالحین ولائم، اور ولیمہ کے متعلق حتی الامکان تمام مسائل و احکام کو مدلل لکھا گیا ہے

تالیف

مولانا مفتی ریاض محمد بٹگرامی

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
رئیس دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی

الخلیل پبلشنگ ھاؤس
دوکان نمبر B-1 فضل داد پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی
Ph: 051 - 5553248 , 0300 - 5034629

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... مسائل ولیمہ

مصنف .... مولانا مفتی ریاض محمد بٹگرامی

سرورق .... وسیم گرافکس، اردو بازار لاہور

ناشر .... الخلیل پبلشنگ ہاؤس، راولپنڈی

قیمت ....

ملنے کے پتے

- کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ راجہ بازار، راولپنڈی
- احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی
- دارالاشاعت، کراچی
- زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
- مکتبہ معارف القرآن، احاطہ دارالعلوم کورنگی، کراچی
- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر، کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- المیزان، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- مکتبہ حقانیہ، ملتان
- مکتبۃ العارفی، فیصل آباد
- مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک
- مکتبہ معارف، محلہ جنگی، پشاور
- وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار، پشاور
- بیت القرآن، حیدر آباد، سندھ
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش

کواستاذ محترم

حضرت مولانا **ظہور احمد** صاحب دامت برکاتہم

سابق استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ

امدادیہ فیصل آباد و حال

استاذ الحدیث دار العلوم تعلیم القرآن

کے نام منسوب کرنے کی

سعادت حاصل کرتا ہوں

ولیمہ کا لغوی معنی.. ۱۵
ولیمہ کا شرعی معنی.. //
اقسام دعوت و ولیمہ (مفصل تحقیق).. ۱۷
ولیمہ کے مختلف نام.. ۲۲
ولیمہ کی شرعی حیثیت.. ۲۳
دلائل وجوب.. ۲۴
پہلی دلیل.. //
دوسری دلیل.. ۲۵
تیسری دلیل.. //
چوتھی دلیل.. ۲۶
پانچویں دلیل.. ۲۷
اولم ولو بشاة کا مطلب.. //
دلائل سنتِ واستحباب.. ۲۸
پہلی دلیل.. //
دوسری دلیل.. //
تیسری دلیل.. ۲۹
ایک شبہ اور اس کا جواب.. //
چوتھی دلیل.. ۳۰
جوابات.. //

دلیل اول کا جواب.................................۳۱
دلیل ثانی کا جواب.................................//
دلیل ثالث کا جواب.................................//
دلیل رابع کا جواب.................................۳۲
دلیل خامس کا جواب.................................//
اہم قرینہ.................................۳۳
ولیمہ کی خاص فضیلت اور برکت کی دعا.................................//
ولیمہ سنتِ انبیاء.................................۳۵
ولیمہ کا سخت اہتمام.................................۳۶
ولیمہ کا مسنون وقت.................................//
نکاح پہلے اور رخصتی چھ ماہ بعد ہو تو ولیمہ کا حکم.................................۳۹
اوقاتِ جواز.................................//
سنتِ ولیمہ اور سنتِ وقت.................................۴۰
تین دن کے بعد ولیمہ.................................۴۱
راجح قول.................................۴۲
خلوت کافی ہے یا جماع ضروری ہے؟.................................//
میکے کی ملاقات بھی کافی ہے.................................//
ولیمہ کی حکمت اور مصلحت.................................۴۳
پہلی حکمت: ملکی، قومی اور معاشرتی مفاد.................................۴۵

دوسری حکمت: خانگی اور خاندانی..۴۵
تیسری حکمت: حسن سلوک..۴۶
چوتھی حکمت: تہذیب نفس..//
ایک سے زیادہ ولیمے (مکمل تحقیق)..//
دودن سے زیادہ ولیمے کرنے کی مذمت..۴۸
دوسرے دن ولیمہ مشروع ہونے کی حکمت..۵۱
دودن سے زیادہ ولیمہ میں شرکت سے انکار..۵۲
بعض حضرات کا موقف..۵۳
شرطِ جواز اور صحیح مطلب..۵۵
دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی شرعی حیثیت..۵۷
قسم اول: دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کا تاکیدی حکم..۵۹
اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی..۶۰
قسم دوم..۶۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت قبول کرنے کا معمول..۶۷
دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی حکمتیں اور مصلحتیں..۶۸
قبولیتِ دعوت کی شرائط..//
پہلی شرط..۶۹
دوسری شرط..//
تیسری شرط..//

چوتھی شرط..۶۹
پانچویں شرط..//
چھٹی شرط..۷۰
ساتویں شرط..۷۱
آٹھویں شرط..۷۲
نویں شرط..//
دسویں شرط..//
گیارھویں شرط..۷۳
بارہویں شرط..//
تیرہویں شرط..//
چودھویں شرط..//
پندرھویں شرط..//
سولہویں شرط..//
سترہویں شرط..۷۴
اٹھارویں شرط..//
انیسویں شرط..//
بیسویں شرط..//
اکیسویں شرط..//
بائیسویں شرط..۷۵

تئیسویں شرط...................................۷۵
چوبیسویں شرط...................................۷۶
پچیسویں شرط...................................//
چھبیسویں شرط...................................//
ستائیسویں شرط...................................۷۷
آٹھائیسوی شرط...................................//
انتیسوی شرط...................................۷۸
تیسویں شرط...................................۷۹
اکتیسوی شرط...................................//
بتیسویں شرط...................................//
تینتیسویں شرط...................................//
چونتیسویں شرط...................................//
پینتیسویں شرط...................................۸۰
چند جدید شروط واعذار...................................//
چھتیسویں شرط...................................//
سینتیسویں شرط...................................//
اڑتیسویں شرط...................................//
انتالیسویں شرط...................................۸۱
چالیسویں شرط...................................//

ملا علی قاریؒ کا فرمان..۸۱
علامہ شامیؒ کا فرمان..۸۲
ایک سے زیادہ دعوتیں جمع ہوں تو کس کو ترجیح دے؟..//
فائدہ:..۸۴
پہلے دعوت اور قبولیت ضروری نہیں..۸۵
فاسق کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کا حکم..۸۶
ذمی، کافر اور حربی کی دعوتِ ولیمہ کا حکم..۸۸
روایات..۸۹
روزہ دار ہونا عذر نہیں..۹۱
ایک اور وجہ..۹۲
شرکت کافی ہے کھانا ضروری نہیں..۹۶
تعارض اور اس کا جواب..۹۷
فلیصلّ کا معنیٰ..۹۸
شرکتِ محضہ کے فوائد..۹۹
سب سے برا کھانا (برا ولیمہ)..۱۰۱
بٹھلانے میں فرق..۱۰۵
کھانے میں فرق..۱۰۶
غنی کو ترجیح دینا جاہلیت کا عمل: عبرتناک مثال..//
چند مسائل..۱۰۹

مسئلہ(۱)..۱۰۹
مسئلہ(۲)..۱۱۰
مسئلہ(۳)..//
معذرت قبول نہ کرنے کا حکم..۱۱۱
کس کے واسطے سے معذرت بھیجنا...۱۱۲
ایسی دعوتِ ولیمہ کا حکم جس میں تصاویر گانے اور لہو ولعب ہو..........۱۱۳
روایات وآثار..۱۱۵
فخر ومباہات اور مسابقت والی دعوت کا حکم...............................۱۱۹
مالِ حرام سے دعوتِ ولیمہ...۱۲۲
حرمت کی تحقیق وتفتیش منع ہے...۱۲۳
مقدارِ ولیمہ...۱۲۷
بعض سلف صالحین کا ولیمہ..۱۳۰
افضل ولیمہ...//
دولہا اور دولہن کے لئے دعا...۱۳۱
فائدہ:..۱۳۷
گنجائش اور اجازت...۱۳۸
حدیث سے ثبوت...۱۳۹
ترجیح...//
دعا کا اثر...۱۴۰

دلہن کو عروسی کے لئے بھیجنے کی دعا..۱۴۰
دعاء جماع وملاقات..۱۴۱
دعوتِ ولیمہ اور نزولِ حجاب..۱۴۲
تین آدابِ دعوت..۱۴۳
دلہن کا خود ولیمہ تیار کرنا اور خدمت کرنا..۱۴۵
دعوتِ ولیمہ میں تعاون..۱۴۷
ولیمہ میں تعاون کی ترغیب..۱۵۱
زکوۃ کی رقم سے تعاون..//
ولیمہ کا کھانا حاضر ہو جائے تو کھا لینا چاہئے، انتظار منع ہے..//
ازواج مطہرات کے ولیمے..//
حضرت زینب بنت جحشؓ کا ولیمہ..۱۵۲
چند وضاحتیں..۱۵۳
تعارض اور اس کا حل..۱۵۵
جوابات..۱۵۶
جواب نمبر(۱)..//
جواب نمبر(۲)..//
جواب نمبر(۳)..۱۵۷
حضرت میمونہ بنت الحارثؓ کا ولیمہ..//
حضرت صفیہ بنت حییؓ کا ولیمہ..//

حیس کی حقیقت..................................۱۵۷
حضرت اُم سلمہؓ کا ولیمہ..................................۱۵۸
شبہ اور اس کا جواب..................................۱۶۰
مُدین کی مقدار..................................۱۶۱
حضرت علیؓ وفاطمہؓ کا ولیمہ اور نکاح..................................۱۶۲
طفیلی کی تعریف اور وجہ تسمیہ..................................۱۶۴
بن بلائے شرکت کا حکم..................................//
چند مسائل..................................۱۶۵
سب شرکاء مجلس کو دعوت..................................۱۶۸
ساتھی کی شرکت پر اصرار..................................//
وجوہِ اصرار..................................۱۶۹
داعی اور مدعو میں بے تکلفی ہوتو؟..................................۱۷۴
دعوت خود اجازت ہے..................................۱۷۶
دعوت دینے قاصد بھیجنا..................................۱۷۷
دعوت نامہ اور کارڈ..................................//
مہمان رخصت کرنے کا ادب..................................۱۷۸
دعوتِ ولیمہ میں والد کی بجائے دوسرے شخص کا نام..................................۱۷۹
حکومت کی طرف سے ولیمہ کی فضول خرچی پر پابندی درست ہے.....۱۸۰
ولیمہ میں ضیافت ضروری ہے خود کھالیا تو سنت ادا نہ ہوگی..................................۱۸۱

لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانا ولیمہ نہیں ہے۔..................۱۸۲
لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانے کی شرعی حیثیت..................//
شرکت کا حکم..................۱۸۶
بارات کی دعوت..................//
اپنے یہاں تقریب کے باوجود دوست کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت..........//
جس نے بذریعہ طبل اعلانِ نکاح کیا ہو اس کی دعوت قبول کرنا..........۱۸۷
قربانی کے جانور میں ولیمہ کا حصہ..................۱۸۸
ولیمہ اور شادی میں عورتوں اور بچوں کی شرکت..................//
خیاط کی دعوت اور کدّو کی فضلیت..................۱۸۹
فائدہ:..................۱۹۰
ولیمہ اور نکاح میں دُف بجانے کی شرعی حیثیت..................۱۹۱
تفصیل و تحقیق..................۱۹۳
شرائطِ جواز..................۱۹۶
ولیمہ میں شرکت مسنون ہے اگرچہ نکاح میں شرکت نہ کی ہو۔..........۱۹۷
ولیمہ میں اسراف نیز مدعوّین کی تحدید..................۱۹۹
دوسال کے بعد ولیمہ..................۲۰۰
بڑھاپے کے نکاح میں بھی ولیمہ مسنون ہے..................//
ولیمہ میں مدعوّین کی طرف سے تحفے تحائف..................۲۰۱
ولیمہ کا کھانا فروخت کرنا..................۲۰۲

ولیمہ میں چوتھی کی دعوت...۲۰۳
ولیمہ کے لئے لڑکی والوں سے پیسہ لینا جائز نہیں.................................//
لڑکی والوں کا لڑکے سے رقم لے کر دعوت کرنا...........................۲۰۴
بوفے ڈنر کے مفاسد اور ولیمہ...//
خواب میں ولیمہ دیکھنے کی تعبیر..۲۰۸
الحاق...۲۱۰
دعوتِ ختنہ کی شرعی حیثیت...//
مکان کا ولیمہ، نئے مکان میں وعظ کرنا...................................۲۱۵
نئے مکان کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرنا...............................۲۱۷
سفر سے واپسی پر دعوت..//
طعام التزویج (شادی کا کھانا)...۲۱۸
ختم قرآن کی دعوت..۲۱۹
حاجی کی دعوت...۲۲۰
عرس کی دعوت میں شرکت...//
اہل میت کی طرف سے دعوت..۲۲۱
عدم جواز کی دلیل...۲۲۳
ایک استدلال اور اس کا جواب..۲۲۴

ولیمہ کا لغوی معنیٰ

ولیمہ فعیلہ کے وزن پر اَلْوَلْمُ یااَلْوَلْمَۃُ سے مشتق ہے۔ولم اور ولیمہ کے لغوی معانی تین آتے ہیں۔

(۱)جمع ہونا(۲)کسی چیز کا پورااور کامل ہونا(۳)قید وبندش،اس کی جمع ولائم آتی ہے،اور ایلام (باب افعال) کا معنی ہے ولیمہ کرنا۔

ولیمہ کا شرعی معنیٰ

اصطلاحِ شریعت میں ولیمہ اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو شادی اور نکاح کے وقت بطور خوشی کھلایا جاتا ہے۔اصطلاحی اور لغوی معنیٰ میں مناسبت یہ ہے کہ ولیمہ میں بھی لوگ جمع ہوتے ہیں یا زوجین کا اجتماع ہوتا ہے نیز نکاح سے آدھے ایمان کی تکمیل ہوجاتی ہے۔مشکوۃ المصابیح (۲۶۸/۲)میں حضرت انسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الایمان فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی،یعنی جب آدمی نے شادی کی توبلا شبہ اس نے نصف ایمان کی تکمیل کردی،پس چاہیۓ کہ وہ باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

تیسرے معنیٰ سے مناسبت یہ ہے کہ شادی اور نکاح سے زوجین بندش میں چلے جاتے اور قید ہو جاتے ہیں،خاص طور پر عورت کیونکہ عورت کی خلاصی طلاق ہی سے ہوتی ہے اور طلاق کا لغوی معنیٰ ہے:رفع القید یعنی قید کو اٹھانا ا ور دور کرنا۔اور اصطلاحی معنیٰ ہے،رفع قید النکاح یعنی نکاح کی قید کو دور کرنا۔

علامہ ابن قدامہ المغنی (۳/۷) کتاب الولیمہ، میں لکھتے ہیں:

الوليمة اسم للطعام فى العُرس خاصة لايقع هذاالاسم على غيره،كذلكَ حكاه ابن عبدالبرعن ثعلب وغيره من اهل اللغة،وقال بعض الفقهاء من اصحابناوغيرهم:ان الوليمة تقع على كل طعام لسرورحادث الاان استعمالهافى طعام العرس اكثر وقول اهل اللغة اقوى لانهم اهل اللسان وهم اعرف بموضوعات اللغة واعلم بلسان العرب .

ابن عبدالبرؒ نے ثعلب وغیرہ ائمہ لغت سے نقل کیا ہے کہ ولیمہ خاص طور پر شادی کے موقعہ پر دیئے جانے والے کھانے کا نام ہے، یہ لفظ اس کے علاوہ پر نہیں بولا جاتا، بعض حنابلہ اور دوسرے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ خوشی کے موقعہ پر دیئے جانے والے ہر کھانے پر ولیمہ کا اطلاق ہوتا ہے مگر شادی کے کھانے پر اس کا اطلاق زیادہ ہے اور اہل لغت کا قول زیادہ قوی ہے کیونکہ وہ اہلِ زبان ہیں اور لغت کے موضوعات کو زیادہ پہچانتے اور عربی زبان کو زیادہ جانتے ہیں۔

درسِ ترمذی میں ہے:

لفظ ''ولیمہ'' ولم سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کے ہیں پھر اس کا اطلاق ہر اُس کھانے پر ہونے لگا جس کے لئے لوگوں کو جمع کیا جائے، بعد میں یہ لفظ ''طعام العروس'' کے ساتھ خاص ہوگیا۔ درسِ ترمذی (۳/۳۶۷)

لفظ ولیمہ کے اطلاق کے بارے قولِ فیصل یہ ہے کہ اصلاً اس کا اطلاق ہر دعوت پر ہوتا ہے، خواہ وہ شادی کا کھانا ہو یا اس کے علاوہ البتہ اس کا اغلب استعمال واطلاق شادی کے کھانے اور دعوت پر ہوتا ہے، اسلئے جب دوسرے کھانوں یا دعوت

کے معنی میں استعمال کرنا ہوتو مقید استعمال ہوگا جیسے ولیمہ ختان وغیرہ اور جب مطلق بولا جائے تو اس سے دعوت نکاح ہی مراد ہوتا ہے۔حاشیة الباجوری علی ابن قاسم الغزی (۱۷۴/۲) کتاب النکاح ومایتعلق به،فصل والولیمة علی العرس مستحبة،داراحیاء التراث العربی،بیروت.

اقسام دعوت ولیمہ

لغت اور شریعت میں ولیمہ کا اطلاق شادی کے کھانے کے علاوہ دوسری دعوتوں،کھانوں اور ضیافتوں پر بھی ہوا ہے،اہلِ لغت،شارحین اور فقہاء کرام نے دعوت وضیافت کی کئی اقسام لکھی ہیں،کسی نے آٹھ ،کسی نے دس،کسی نے کم وبیش،متفرق اقسام کو جمع کیا جائے تو کل بیس(۲۰)اقسام بنتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱)الخُرس یاالخُرص،الخرسة،الخرصة،اس کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

(۱)وہ دعوت جوعورت کے نفاس(سے پاکی)کے وقت کی جائے ردالمحتار(۱۶/۶)

(۲)بعض فرماتے ہیں:طعام الولادة یعنی بچے کی پیدائش کے وقت کی جانے والی دعوت۔فقه اللغةللثعالبی(ص۱۸۲)

(۳)بعض فرماتے ہیں:انهالسلامة المرأة من الطلاق یعنی وہ دعوت جوعورت کے طلاق سے بچ جانے کی خوشی میں کی جائے۔(فتح الباری۳۰۰/۹)

(۲)العقیقة،لطعام الحلق یوم سابع الولادة یعنی ولادت کے ساتویں

دن بچے کے حلق کے موقعہ پر کی جانے والی دعوت (ایضاً)۔

(۳) الاعذار: وہ دعوت جو بچے کے ختنے کے وقت کی جاتی ہے (ایضاً) اس میں ایک لغت العزیرۃ اور العُذرۃ بھی ہے۔

(۴) الحذاق: وہ دعوت جو بچے کے ماہر ہونے کے وقت یا قرآن کریم ختم ہونے کے وقت یا اس کی معتد بہ مقدار ختم کرنے کے وقت کی جاتی ہے، بلکہ کسی بھی فن وصناعت میں مہارت پیدا ہونے کے وقت بطور خوشی جو دعوت کی جائے اسے ''الحذاق'' کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سورہ البقرہ ختم کرنے پر اونٹ ذبح کیا تھا۔ اوجز المسالک (۳۷۰/۲) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری کی تکمیل پر بڑی پر تکلف دعوت کی تھی جس میں اس وقت کے بڑے بڑے لوگ شریک ہوئے تھے، اس دعوت پر پانچ سو دینار خرچہ آیا تھا۔

دیباچہ فتح الباری (۴/۱) وتعلیق الشیخ علی بذل المجہود (۳۴۵/۴) مکتبہ الشیخ کراتشی۔

(۵) الملاک یا الشُندُخ، یعنی وہ دعوت جو کسی عقد کے ذریعہ باندی کا مالک بننے پر کی جاتی ہے۔ فقہ اللغۃ (ص ۱۸۲) للثعالبی میں ایک لغت ''الشندخیۃ'' لکھی ہے۔ الشندخ فرس شندخ سے ماخوذ ہے یعنی وہ گھوڑا جو دوسروں سے آگے بڑھ جاتا ہو، طعام املاک کو شندخ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کھانا بھی دخول سے قبل ہوتا ہے۔

(۶) الولیمۃ، اس کی تفصیل آچکی ہے۔

(۷۔۸)مأدُبۃ،عام دعوت جو بغیر کسی سبب کے کی جائے،حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ اگر مادبہ مخصوص لوگوں کے لئے ہوتو اسے النَّقْرٰی کہاجاتا ہے اور اگر عام ہوتو اسے الجفلی بروزن النقری کہاجاتا ہے۔ایک شاعر کہتا ہے۔

نحن فی المشتاة ندعوالجفلی　　　لاترى الآداب منا ينتقر

ہم سردی کے زمانے میں عمومی دعوت دیتے ہیں اور آپ ہم میں سے مأدُبہ کرنے والے کو خاص دعوت کرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔

اس شعر میں شاعر نے اپنی قوم کی سخاوت وجودت کا اظہار کیا ہے کہ میری قوم کے لوگ سردیوں میں بھی عمومی دعوت کرتے ہیں،خصوصی نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے الجفلی میں ایک لغت اجفلی بھی نقل کی ہے۔البنایة فی شرح الهداية(۴۳۹/۱۴) مکتبہ امدایہ ملتان۔

(۹)الوکیرۃ:وہ دعوت جو مکان تعمیر کرنے کے وقت یا جدید رہائش اختیار کرتے وقت کی جائے،الوکیرۃ،الوکر سے ماخوذ ہے۔اس کا لغوی معنیٰ ہے مأوٰی ومستقر یعنی ٹھکانہ اور جائے قرار۔

(۱۰۔۱۱)النقیعۃ:وہ دعوت جو مسافر کے واپس آنے پر کی جائے،خواہ مسافر کرے یا کوئی دوسرا شخص مسافر کے لئے کرے۔بعض نے فرق کیا ہے کہ اگر مسافر کرے تو ایسی دعوت کو''النقیعۃ'' کہاجاتا ہے اور اگر کوئی مسافر کے لئے کرے تو اسے''التحفۃ'' کہا جاتا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

کل الطعام تشتھی ربعیه.الخرس والاعذار والنقیعة

المغنی لابن قدامة(۳/۷) کتاب الولیمة.

(۱۲)الوضیمة۔یعنی وہ دعوت جو کسی مصیبت اورحادثہ پیش آنے پر کی جائے، یہ دعوت مصیبت زدہ شخص نہیں کرتا بلکہ مصیبت میں مبتلا شخص کے رشتہ دار اور پڑوسی کرتے ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے مشکوۃ کی شرح الکاشف عن حقائق السنن المعروف بالطیبی (۲۹۵/۶) میں''الوضیمة'' کی بجائے''الوضیحة'' لکھا ہے۔

(۱۳)العتیرة۔یعنی ہر وہ جانور جو رجب کے مہینے کے شروع میں ذبح کرکے اس کی دعوت کی جاتی ہے۔

کسی نے مذکورہ دعوتوں کو مندرجہ ذیل اشعار میں جمع کر دیا ہے۔

(۱)ان الولائم عشرة مع واحد　　من عدّها فقدعزفی اقرانه

(۲)فالخرس عند نفاسهاوعقیقة　　للطفل والاعذارعند ختانه

(۳)ولحفظ قرآن و آداب لقد　　قالوا الحذاق لحذقه وبیانه

(۴)ثم الملاک لعقده وولیمة　　فی عرسه فاحرص علی اعلانه

(۵)وکذلک مأدُبةبلاسبب یری　　ووکیر ة لبنائه لمکا نه

(۶)ونقیعة لقدومه ووضحیة　　لمصیبة وتکون من جیرانه

(۷)ولاول الشهرالاصم عتیرة　　بذبیحة جاء ت لرفعیةشأنه

(۱)ولیمے ایک کے ساتھ دس (گیارہ) ہیں،جوان کو شمار کرے تو اپنے دوستوں میں معزز ہو۔

(۲)پس عورت کے نفاس کے وقت خرس ہے،اور بچے کے لئے عقیقہ اوراس کے ختنہ کے وقت اعذار ہے۔

(۳)اورقرآن کریم اوراس کے آداب یادکرنے کے وقت کی دعوت کوالحذاق کہاہے اس کے ماہر ہونے اور بیان کی وجہ سے۔

(۴)پھر اس کے عقد کے وقت ملاک ہے اور شادی میں ولیمہ ہے اس کے اعلان پر حرص کر۔

(۵)اور اس طرح مادبہ ہے جوبغیرکسی سبب کے ہے اور اس کے مکان بناتے وقت وکیرہ ہے۔

(۶)اور اس کے آنے کے وقت نقیعہ ہے اور مصیبت کے وقت وضیمہ ہے اور یہ پڑوسیوں کی طرف سے ہوتی ہے۔

(۷)اور اصم مہینے کے شروع میں ذبیحہ کانام عتیرہ ہے جواس کی رفعتِ شان کے لئے آیا ہے۔

ردالمحتار(۶ / ۱۶) کتاب الاجارة،ایچ،ایم،سعیدکراچی

امام لغت ثعالبیؒ التوفی (۴۲۹)نے مزید پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں۔

(۱۴)القری:وھوطعام الضیف یعنی وہ کھاناجومہمان کے لئے بطور دعوت تیارکیا جائے۔

(۱۵)السُلفة:وہ ہلکا کھاناجومریض کوتندرست ہوتے وقت عام کھانے سے پہلے کھلایاجاتاہے۔

(۱۶)اللُھنة:ناشتہ سے پہلے بطور وقت گزاری کے جوکچھ کھایاجاتاہے

اسے "لُهنة" کہا جاتا ہے۔

(۱۷)العُجالة: وہ کھانا جو عام کھانے سے پہلے جلدی میں کھایا جاتا ہے۔

(۱۸)القفی، الزّلّةوھو طعام الکرامۃ یعنی ہر وہ کھانا جو کسی کو بطور اکرام کھلایا جائے.

فقه اللغة وسرّ العربية (ص ۱۸۲)الباب الرابع والعشرون الفصل الاول: فی تقسیم اطعمة الدعوات وغيرها.

(۱۹)الضيافة: نکاح میں ایجاب وقبول کے دن جوکھانا کھلایا جاتا ہے اسے "الضیافۃ" کہا جاتا ہے۔

العرف الشذی بهامش جامع الترمذی(۱/۳۳٦)

(۲۰)اُلبشارة: (بضم العين)وہ کھانا جو خوشخبری لانے والے کو کھلایا جاتا ہے۔

تعليق الشيخ على بذل المجهود (۳/۲۴۰) كتاب النكاح.

وانظر(ايضاً)سنن ابی داؤد(۲/۳۴) كتاب الجهاد، باب فی اعطاء البشير.

ولیمہ کے مختلف نام

دعوتِ ولیمہ کو دعوتِ عُرس، طعام العرس، دعوتِ التزوج، طعام النکاح اور ولیمۃ العرس بھی کہا جاتا ہے۔

ولیمہ کی شرعی حیثیت

جمہور فقہاء کرام اور ائمہ اربعہؒ کے ہاں صاحبِ حیثیت شخص کے لئے بوقت نکاح ولیمہ کرنا سنت ہے جبکہ اہل ظاہر کے ہاں فرض اور واجب ہے، بعض شافعیہ سے بھی وجوب کا قول مروی ہے نیز علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے مالکیہ حضرات کا غیر مشہور مذہب بھی ''وجوب'' نقل کیا ہے لیکن مشہور مذہب سنت واستحباب ہے، بعض حضرات نے امام احمد بن حنبلؒ سے بھی وجوب نقل کیا ہے لیکن مشہور مذہب ''سنیت'' کا ہے۔

المجموع شرح المهذب للامام النووی(۵۵۰/۵۴۸/۱۵)

وفتح الباری(۲۸۷/۹) کتاب النکاح،باب الولیمۃحق

خلاصہ یہ کہ جمہور حضرات کے ہاں ولیمہ واجب یا فرض نہیں بلکہ سنت ومستحب ہے۔

پھر شافعیہ مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں وجوب کا قول بھی ملتا ہے، جبکہ احناف کے ہاں وجوب کا قول تو نہیں ملتا، سنیت ہی کا ملتا ہے لیکن اس سنت واستحباب کی تاکید زیادہ ہے۔گویا کہ ولیمہ مؤکد مستحب ہے، اعلاء السنن (۱۰/۱۱)باب استحباب الولیمة، یا سنتِ مؤکدہ ہے۔فتاویٰ عثمانی (۳۰۲/۲)

فی الشامیة (۳۴۷/۶)ومقتضاه انهاسنة مؤكدة،بخلاف غيرها وصرح شراح الهداية بانهاقريبة من الواجب۔

دلائل وجوب

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ واجب اور ضروری ہے،ایسی احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)عن انس بن مالکؓ ان رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم رأی علی عبدالرحمٰن بن عوفؓ اثرصفرۃ فقال:ماھذا؟فقال: انی تزوجت امرأۃ علی وزن نواۃ من ذھب،فقال،بارک اللہ لک،اَوْلِمْ ولوبشاۃ.

صحیح البخاری(۲/۷۷۳)کتاب النکاح،و(۱/۲۷۵)کتاب البیوع و(۱/۵۳۳)کتاب المناقب،وصحیح المسلم(۱/۴۵۸)کتاب النکاح وجامع الترمذی(۱/۳۳۵)باب ماجاء فی الولیمۃ وغیرھا.واللفظ لہ،سنن الدارمی(۲/۱۹۲)کتاب النکاح،باب فی الولیمۃ رقم الحدیث(۲۲۰۴)وکتاب الاطعمۃ(۲ /۱۴۲)باب فی الولیمۃ،رقم الحدیث(۲۰۶۴)وسنن ابی داؤد(۱/۳۰۴)کتاب النکاح،باب قلۃ المھروالسنن الکبری للبیھقی(۷/۲۵۸)کتاب الصداق،باب الامر بالولیمۃ.

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک گھٹلی کے برابر سونے کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا ہے،آپ نے فرمایااللہ اس میں برکت ڈالے،ولیمہ کرو،اگرچہ ایک بکری کا ہو۔

ان حدیثوں سے استدلال یوں ہے کہ اَوْلِمْ امر کا صیغہ ہے اور امروجوب

کے لئے آتا ہے پھر نبی علیہ السلام نے ولو بشاة کہہ کر مزید تاکید فرمائی یعنی اگر زیادہ کی گنجائش نہ ہو تو ایک بکری کا ولیمہ ہی کر دو، چھوڑو مت۔

(۲)عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یاابا ہریرۃ اولم ولوبشاۃ.

مجمع البحرین فی زوائد المعجمین(۱۸۸/۲)کتاب الولیمۃ والعقیقۃ، رقم الحدیث(۱۸۸۱)قال: لم یروہ عن عبدالرحمٰن الا عبداللّٰہ.

وفی التعلیق علیہ. اسنادہ ضعیف، فیہ عبداللّٰہ بن المؤمل، ضعیف، والحدیث اخرجہ الامام الطبرانی رحمہ اللہ فی الاوسط(۱/ ۲۵۸)الحدیث(۸۴۶)انظر مجمع الزوائد(۴ / ۵۴).

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کے ساتھ ہو۔

(۳)عن ابن بریدۃ عن ابیہ قال: لماخطب علی فاطمۃ رضی اللّٰہ عنہماقال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: انہ لا بد للعرس من ولیمۃ قال فقال سعد: علی کبش وقال فلان: علی کذاو کذامن ذرۃ.

مسنداحمدبن حنبل(۵۰۸/۹)حدیث بریدۃ الاسلمی، رقم الحدیث(۲۳۰۹۷)وکذافی جامع المسانید والسنن لابن کثیر(۳۳۳/۴)رقم الحدیث(۵۰۸)دارالفکربیروت، وقال: رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ من حدیث عبد الکریم، وکذا فیھا (۳۳۹/۱)رقم الحدیث (۸۲۷)ولفظہ، لماخطب علی فاطمۃ رضی اللّٰہ عنہماقال رسول

اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لابدللعرس من وليمة، فقال علی، کبش، وقال فلان: كذاوكذامن الذرة، رواه البزار من حديث عبدالكريم به الخ

وكذافی كنز العمال فی سنن الاقوال(۱۶/۱۲۹)كتاب النكاح، قسم الاقوال. رقم الحديث(۴۴۶۰۹)برمزحم، ن۴، عن بريدة.

جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا پیغام بھیجا تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ شادی کے لئے ولیمہ ضروری ہے۔

(۴)عن ابی هريرةؓ قال: شرالطعام طعام الوليمة يدعی الغنی و يترک الفقيروهی حق، من تركها فقد عصی اللّٰه ورسوله وكان معمرربما قال: ومن لم يجب فقد عصی اللّٰه ورسوله. رواه مسلم فی صحيحه عن محمدبن رافع وغيره عن عبد الرزاق الخ

السنن الكبری للبيهقی(۲۶۲/۷)ومصنف عبدالرزاق(۱۰/۴۴۸)باب الوليمة، كتاب الجامع، رقم الحديث(۱۹۶۶۲)

عن ابی هريرةؓ قال: الوليمة حق وسنة، فمن دعی، فلم يجب، فقد عصی الله ورسوله الخ

مجمع البحرين فی زوائد المعجمين(۱۹۰/۲)كتاب الوليمة، باب الدعوة فی الولائم، رقم الحديث(۱۸۸۹)

وقال محمدحسن محمدحسن اسماعيل الشافعی فی التعليق عليه: اسناده ضعيف فيه يحی بن عثمان التميمی القرشی ابوسهل البصری: ضعيف. انظر/مختصرالكامل للمقريزی(۲۱/۹)والحديث

اخرجه الطبرانی فی الاوسط(۱۹۳/۴)الحدیث(۳۹۴۸)انظر/مجمع الزوائد(۵۵/۴)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سب سے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں غنی کو بلایا جائے اور فقیر کو چھوڑ دیا جائے اور ولیمہ حق ہے، جو اس کو چھوڑتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے اور حضرت معمر کی ایک روایت میں ہے کہ جو اسے قبول نہیں کرتا بلاشبہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔

اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ عام سنت اور مستحب کو چھوڑنا اتنا بڑا گناہ نہیں ہے، اتنی بڑی وعید ترکِ واجب پر ہی وارد ہو سکتی ہے، معلوم ہوا کہ ولیمہ واجب ہے۔

(۵) ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اس بارے مزید احادیث آگے آرہی ہیں، لہٰذا خود ولیمہ بھی واجب ہونا چاہئے۔

فتح الباری(۲۸۷/۹)والمغنی لابن قدامه(۴/۷)باب الولیمة.

اَوْلِمْ ولو بشاة کا مطلب

مذکورہ حدیث میں نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ بکری کی صورت میں ہو، فرمایا: ولو بشاة، اکثر شارحین نے اس حدیث میں ''لَوْ'' کو تقلیل پر محمول کیا ہے یعنی اگر زیادہ ولیمہ نہیں دے سکتے تو کم از کم بکری

ذبح کر دو، لیکن محدث وقت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اسے تکثیر پر محمول کیا ہے یعنی نبی علیہ السلامؑ نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ ولیمہ کرو اگر چہ بکری ذبح کرنی پڑ جائے کیونکہ تم مالدار ہو، چنانچہ الکوکب الدری (۲/۲۱۶) میں ہے۔

لوھھنا للتکثیر وکان عبدالرحمٰن قد تموّل. فصح ان یامرہ بذلک وکان ذلک للاشارۃ الی انہ لااسراف فیہ.

یعنی یہاں لو کثرت بیان کرنے کے لئے ہے اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ اس وقت مالدار بن چکے تھے لہذا ان کو اس بارے حکم دینا صحیح ہوا اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں اسراف نہیں ہے۔

دلائل سنت واستحباب

جمہور فقہاء کرام کے ہاں ولیمہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) لابی الشیخ والطبرانی فی الاوسط من طریق مجاھد عن ابی ھریرۃؓ رفعہ "الولیمۃ حق وسنۃ" فتح الباری (۹/۲۸۷)

ابو الشیخ اور طبرانی کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ولیمہ حق اور سنت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ مستحب اور سنت عمل ہے، واجب یا فرض نہیں ہے۔

(۲) ولیمہ دعوتِ سرور ہے یعنی خوشی کے موقعہ کی دعوت ہے اور خوشی کے موقع پر جتنی دعوتیں ہوتی ہیں وہ سب سنت ومستحب ہیں واجب یا فرض نہیں جیسے

عقیقہ وغیرہ لہذا دعوتِ ولیمہ بھی مسنون ومستحب ہونا چاہئے۔

فی المغنی لابن قدامہ(۴/۷)کتاب الولیمة،ولناانهاطعام لسرورحادث فاشبه سائر الاطعمة.

(۳)قال الشافعی فیمانقله البیهقی عنه:لااعلمه امربذلک غیر عبدالرحمٰن ولا اعلمه انه صلی اللّٰہ علیه وسلم ترک الولیمة فجعل ذلک مستندافی کون الولیمة لسیت بحتم.

فتح الملهم(۳/۴۸۶) مکتبہ رشیدیہ کراچی،(وفتح الباری شرح صحیح البخار (۲۹۳/۹)

امام شافعیؒ نے ولیمہ کے مسنون ہونے اور واجب نہ ہونے پر یوں استدلال کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے خود ولیمہ نہیں چھوڑا،آپ نے اپنے سب ولیمے کئے ہیں لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے علاوہ کسی صحابی کو ولیمہ کا حکم بھی نہیں فرمایا،اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سنت ہے واجب نہیں ہے،اگر واجب ہوتا تو آپ علیہ السلام ولیمہ کا حکم دیتے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

امام شافعیؒ کے مذکورہ قول اور استدلال پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوھریرہ اور حضرت علیؓ کو بھی ولیمہ کا حکم دیاہے،اس بارے احادیث گزرچکی ہیں لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ آپ علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے علاوہ کسی صحابی کو ولیمہ کا حکم نہیں دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کو ولیمہ کا حکم دینے کی حدیث ضعیف

ہے جیسا کہ ہم وھاں اس کی حقیقت بھی نقل کر چکے ہیں اور حضرت علیؓ کے نکاح میں ولیمہ کی تاکید کی تو فرمائی ہے لابد للعرس من ولیمة لیکن اس کا امر اور حکم نہیں فرمایا۔

(۴)طعام یوم فی العرس سنة،وطعام یومین فضل،وطعام ثلاثةایام ریاء وسمعة.

کنزالعمال للامام الھندیؒ(۱۶/۱۳۰)طب.عن ابن عباس.رقم الحدیث(۴۴۶۱۳)کتاب النکاح ،قسم الاقوال،باب الولیمة.وکذافی فتح الباری(۹/۳۰)

وفی کنزالعمال ایضاً(۱۶/۱۳۱)طعام یوم العرس سنة وطعام یومین فضل وطعام ثلاثة ایام ریاء وسمعة.

(طب.عن ابن عباس)الاکمال:رقم الحدیث(۴۴۶۲۷)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ شادی میں پہلے دن کھانا دینا سنت ہے اور دودن فضلیت ہے اور تین دن ریاء اور شہرت ہے۔

جوابات

جمہور فقہاء کرامؒ کے ہاں ولیمہ سنت ہے اور یہی راجح ہے،ان حضرات کی طرف سے دلائلِ وجوب کے جوابات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

دلیل اول کا جواب

اس حدیث میں امر استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں اور اس کے دوقرائن ہیں۔

(۱)وہ دلائل جو جمہور نے اپنے موقف پر پیش کئے ہیں۔

(۲)اس حدیث میں بکری ذبح کرنے کا حکم اور امر ہے اور ولیمہ میں بکری ذبح کرنا بالاتفاق ضروری نہیں، مستحب اور افضل ہے، جب بکری کے بارے امر استحباب پر محمول ہے تو خود ولیمہ کا امر بھی استحباب پر محمول ہوگا۔

دلیل ثانی کا جواب

جواب نمبر(۱) یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبداللہ بن المؤمل راوی موجود ہے جس پر جرح کی گئی ہے۔

جواب (۲)اگراس کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا وہی جواب ہے جو پہلی حدیث کا ہے یعنی اس میں امر استحباب کے لئے ہے۔

دلیل ثالث کا جواب

اس کے دوجواب ہیں۔

(۱)ولیمہ کی دعوت قبول کرنا جمہور کے ہاں واجب ہی نہیں، خود اہلِ ظاہر کے ہاں واجب اور فرض ہے لہذا خود ولیمہ کو اجابتِ ولیمہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق، بناء الفاسد علی الفاسد اور رد المختلف الی المختلف کے قبیل سے ہے جو کہ حجت نہیں ہے۔

(۲) اگر مان لیا جائے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے جیسا کہ بعض فقہاء کرام کا مذہب ہے تو جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ اگر ولیمہ کی دعوت قبول کرنا ضروری ہو تو خود ولیمہ کی دعوت بھی ضروری اور واجب ہو جائے، ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک عمل خود واجب نہ ہو لیکن اس پر دوسرا واجب مرتب ہو جائے مثلاً سلام کا جواب دینا واجب ہے لیکن ابتداءً خود سلام کہنا واجب نہیں، سنت و مستحب ہے۔

المغنی (۷/۴) کتاب الولیمة

دلیل رابع کا جواب

نبی علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو ولیمہ کا امر نہیں کیا تھا محض تاکید کی ہے۔ لابد للعرس من ولیمة اور اس طرح کی تاکید سنت عمل کے لئے بھی ہو سکتی ہے، سنتِ مؤکدہ کا مطلب یہی ہے کہ اس کی تاکید کی گئی ہو لہذا اس سے وجوب پر استدلال صحیح نہیں۔

دلیل خامس کا جواب

اس حدیث میں ''حق'' وجوب یا فرض کے معنٰی میں نہیں بلکہ ثابت کے معنٰی میں ہے، جو مسنون و مستحب ہونے کے منافی نہیں کیونکہ مسنون عمل بھی ثابت ہوتا ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

وھی حق ای ثابت فی الشرع. عمدة القاری (۱۴/۱۲۴) دارالحدیث ملتان

یعنی"وهی حق" کا معنیٰ ہے"ثابت فی الشرع"جوشریعت میں ثابت ہو، یہ وجوب کے معنیٰ میں نہیں۔

علامہ عثمانیؒ نقل فرماتے ہیں:

قال ابن ابطال:قوله الوليمة حق ای ليست بباطل بل يندب اليهاوهی سنة فضيلة وليس المراد بالحق الوجوب.

فتح الملهم شرح صحیح المسلم (۴۸۵/۳) مکتبہ رشیدیہ کراچی،

یعنی ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ الولیمۃ حق کا مطلب یہ ہے کہ وہ باطل اور بیکار نہیں بلکہ مندوب و مستحب ہے،فضیلت والا کام ہے،حق سے وجوب مراد نہیں ہے۔

اہم قرینہ

حق یہاں وجوب کے معنیٰ میں نہیں اس کا قرنیہ خود حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ حدیث میں موجود ہے جو فتح الباری کے حوالے سے طبرانی اوسط اور ابو الشیخ سے نقل کی ہے" الوليمة حق وسنة" یہاں حق کا معنیٰ سنت ہی سے ہوسکتا ہے واجب اور فرض سے نہیں۔

ولیمہ کی خاص فضیلت اور برکت کی دعا

خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب الطفیلیین میں ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ کہ کہ حضرت عمرؓ سے ولیمہ کے کھانے کی تین خصوصیات کے بارے پوچھا گیا۔

(۱)ولیمہ کے کھانے کی خوشبوعام کھانوں کی خوشبو سے زیادہ اچھی کیوں ہے؟

(۲)اس میں عام کھانوں کی بنسبت برکت کیوں ہے؟

(۳)اس کاذائقہ عام کھانوں کے ذائقہ سے اچھا کیوں ہے؟

حضرت عمرؓ نے اس کا جواب دیا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ نے اللہ سے طعام ولیمہ کے لئے برکت اور خوشبو کی دعا کی تھی، چنانچہ ولیمہ کے کھانے میں جنت کی خوشبو اور جنت کا کھانا شامل ہوتا ہے۔

عن ابن رومان قال:سئل عمربن الخطاب عن طعام العرس فقيل:ياامیرالمومنين مابال طعام العرس ريحه اطيب من ريح طيبنا؟سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:فی طعام العرس مثقال من ريح الجنة،قال عمر:دعاله براهيم الخليل ومحمد ان يبارک فيه ويطيبه،(الحارث،خط فی کتاب الطفيليين،قال ابن حجر:اسناده مظلم،وقال خط:روی من وجه آخرعن عمرؓعن النبیﷺ ثم اخرجه عن الشعبی قال:ذکرواعندعمربن الخطاب طعام العرس فقيل:مابال طعام العرس فيه طعم لانجده فی غيره؟فقال عمر:دعافيه النبیﷺبالبرکة ودعاابراهيم خليل الرحمن ان يبارک الله فيه ويطيبه.لان فيه من طعام الجنه.

کنزالعمال(۲۰۸/۱۶)کتاب النکاح،قسم الافعال،الوليمة،رقم الحديث(۴۵۶۱۳).

ولیمہ سنتِ انبیاء

گزشتہ تفصیل سے واضح ہوگیا کہ جمہور فقہاء کرام کے ہاں ولیمہ سنت عمل ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ تمام انبیاء کرام کا سنت عمل رہا ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم کی روایت ہے جس میں ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے اور پہلے شوہر کے مرتد ہونے کا ذکر کیا ہے، پھر نبی علیہ السلام کے ساتھ اپنے نکاح کا واقعہ نقل کیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے نجاشیؓ کو حضرت ام حبیبہؓ سے اپنا نکاح کرانے کا خط بھیجا، نجاشیؓ نے ام حبیبہ اور دوسرے حضرات کو بلا کر نبی علیہ السلام سے نکاح پڑھوایا اور ام حبیبہؓ کو اپنی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ جب یہ حضرات اُٹھ کر جانے لگے تو نجاشی نے کہا:

اجلسوافان سنة الانبياء عليهم الصلوة والسلام اذا تزوجوا ان يوكل الطعام على التزويج،فدعابطعام،فاكلوائم تفرقوا۔اعلاء السنن(۱۱/۱۲)

یعنی بیٹھو جاؤ کیونکہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ جب وہ نکاح کرتے تو نکاح پر کھانا کھایا جاتا پھر انہوں نے کھانا منگوایا سب نے کھایا پھر چلے گئے۔

اس کھانے سے کیا مراد ہے؟ اس کی دو تفسیریں منقول ہیں۔

(۱) طعام التزویج یعنی نکاح کے موقعہ پر دیا جانے والا عام کھانا، جیسا کہ اعلاء السنن میں یہی مراد لیا ہے۔

(۲) ولیمہ کا کھانا۔

ولیمہ پر محمول کرنے کے دو قرائن ہیں۔

(۱) نجاشی نے نبی علیہ السلام کی طرف سے مہر ادا کیا تھا، بظاہر آپ کی طرف سے ولیمہ بھی دیا ہوگا، کیونکہ شوہر کی طرف سے تیسرا شخص ولیمہ کا کھانا دے سکتا ہے۔

(۲) بعد میں نبی علیہ السلام کا ام حبیبہؓ کے نکاح کا ولیمہ کرنا ثابت نہیں، جبکہ امام شافعیؒ کا قول آچکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی تمام ازواج مطہرات کے نکاح پر ولیمہ دیا ہے، حضرت ام حبیبہؓ کے ولیمہ سے یہی ولیمہ مراد ہوگا جو نجاشیؓ نے نبی علیہ السلام کی طرف سے دیا تھا، اس کی نسبت نبی علیہ السلام کی طرف مجازاً کردی گئی ہے۔

ولیمہ کا سخت اہتمام

نبی علیہ السلام ولیمہ کا سخت اہتمام کیا کرتے تھے حتی کہ حضرت صفیہ بنت حییؓ اور حضرت میمونہؓ کا ولیمہ حالتِ سفر میں دیا جبکہ سفر شرعی میں نماز بھی قصر کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، فتح الباری (۹/۲۷۹-۲۸۰)۔

ولیمہ کا مسنون وقت

جمہور فقہاء کرام ومحدثین کے ہاں ولیمہ کا مسنون ومستحب وقت یہ ہے کہ ولیمہ زوجین کی ملاقات کے بعد صبح کے وقت کیا جائے ۔ایک تو اس لئے کہ ولیمہ اَلْوَلْم سے مشتق ہے جس کا معنی اجتماع ہے لہذا اس لفظ کا مقتضٰی یہ ہے کہ ولیمہ زوجین کے اجتماع اور ملاقات کے بعد ہو، دوسرے اس لئے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ولیمہ شب زفاف کے بعد فرمایا ہے مثلاً:

(۱)عن ابن شهاب قال:اخبرنی انس بن مالک انه کان ابن عشرسنین مقدم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم المدینة فکان امهاتی یواظبنی علی خدمة النبی ﷺفخدمته عشرسنین وتوفی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وانا ابن عشرین سنة فکنت اعلم الناس بشأن الحجاب حین انزل وکان اولَ ماانزل فی متبنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بزنیب بنت جحشؓ اصبح النبی ﷺبهاعروسًافدعاالقوم فاصابوامن الطعام ثم خرجوا الحدیث.صحیح البخاری(۷۷۶/۲)باب الولیمةحق،کتاب النکاح.

اس حدیث میں حضرت زینبؓ کے ولیمہ اور نزول حجاب کا واقعہ مذکور ہے اور اس میں تصریح ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ سے نکاح کا ولیمہ شبِ زفاف کی صبح کو کیا تھا اصبح النبی ﷺبهاعروسًا.

جمہور محدثین نے اس سے یہی مستنبط کیا ہے۔امام بیہقیؒ نے السنن الکبری للبیہقی (۲۶/۷)میں باب وقت الولیمۃ قائم کیا ہے اور اس کے تحت یہی حدیث نقل کی ہے۔

فتح الباری(۲۸۷/۹)وعمدة القاری للعینیؒ(۱۱۲/۱۴)واعلاء السنن(۱۱/۱۱،۱۲)بذل المجهود(۲۷۰/۳)کتاب النکاح،باب فی اقل المهر میں ہے۔

وحدیث انسؓفی هذا الباب صریح فی انهابعد الدخول لقوله فیه "اصبح عروسا بزینب فدعا القوم"

یعنی اس بارے حضرت انسؓ کی حدیث صریح ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد ہو کیونکہ اس میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینب سے عروسی کی صبح کے وقت لوگوں کو دعوتِ طعام دی۔

(۲)عن بیان قال:سمعت انساًیقول:بنی النبی ﷺبامرۃ فارسلنی فدعوت رجالاًالی الطعام.

صحیح البخاری(۲/۷۷۷)باب الولیمۃ ولوبشاۃ.

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ سے بناء کی پھر مجھے لوگوں کو کھانے کی طرف دعوت کے لئے بھیجا۔

(۳)صحیح مسلم میں حضرت صفیہؓ بنت حیی کے ولیمہ کی حدیث انسؓ میں ہے۔حتی اذاکان بالطریق جھزتھاام سلیم فاھدتھالہ من اللیل فاصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم عروساًفقال:من کان عندہ شیٔ فلیجیٔ بہ قال: وبسط نطعاًقال:فجعل الرجل یجیٔ بالاقط وجعل الرجل یجیٔ بالتمرو جعل الرجل یجیٔ بالسمن فحاسواحیساًفکانت ولیمۃ رسول اللہ ﷺ.صحیح المسلم(۱/۴۵۸،۴۵۹)کتاب النکاح،باب فضیلۃ اعتاق امتہ ثم یتزوجھا.

اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ حضرت صفیہ بنت حییؓ کا ولیمہ شبِ عروس کی صبح دیا گیا تھا۔

(۴)زمانہ جاہلیت میں دخول اور ملاقات سے قبل ولیمہ دینے کا رواج تھا جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے تصریح کی ہے:وکان الناس یعتادون الولیمۃ قبل

الدخول بها. حجة الله البالغه(۲/ ۱۳۰)

اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جاہلی عمل کی مخالفت کرتے ہوئے بعداز ملاقات ولیمہ کیا جائے۔

(۵)ولیمہ کا مقصد ایک حلال وجائز تعلق کا اعلان واظہار ہے۔لہذااس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس رات بیوی کے ساتھ خلوت ہوجائے اور ایک جائز عمل کا تحقق ہوجائے تو اس کے بعد صبح کو ولیمہ کرنا چاہیئے۔

نکاح پہلے اور رخصتی چھ ماہ بعد ہوتو ولیمہ کا حکم

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر رخصتی نکاح کے کافی بعد ہوتوافضل طریقہ یہی ہے کہ رخصتی ہوجائے تو شب زفاف کی صبح کو ولیمہ کیا جائے تاہم اگر نکاح سے لیکر شب زفاف کے بعد تک کسی وقت میں ولیمہ ہو جائے تو درست ہے،سنتِ ولیمہ ادا ہو جائے گی۔

ماخدہ: فتاوی دارالعلوم دیوبند(۷/ ۱۶۸)مکمل مدلل۔

اوقاتِ جواز

اگر عقد نکاح سے قبل دعوت کی گئی تو اس سے بالاتفاق ولیمہ کی سنت ادانہ ہوگی۔

فتاوی عثمانی میں ہے:

لیکن عقدِ نکاح سے پہلے "ولیمہ" کی کوئی اصل نہیں ہے۔ فتاوی عثمانی (۲/ ۳۰۳) کتاب النکاح۔

امداد الاحکام میں ہے۔

باقی نکاح سے پہلے تو کسی طرح ولیمہ کا وقت نہیں۔

امداد الاحکام(۲۸۹/۴)

جب نکاح ہوجائے تو ولیمہ کا وقت جواز شروع ہوگا اور ولیمہ کے اوقات جواز پانچ ہیں۔

(۱)عقد نکاح کے وقت کیا جائے۔

(۲)عقد کے بعد کیا جائے۔

(۳)دخول کے وقت کیا جائے۔

(۴)دخول کے بعد کیا جائے۔

ان چار اقوال کے مطابق وقتِ ولیمہ مضیّق ہے۔

(۵)ابتداء وقت سے لے کر انتہا دخول تک کسی وقت کر دیا جائے۔

اس قول کے مطابق ولیمہ کا وقت موسّع ہے،ان میں سے چوتھا وقت مستحب ومسنون ہے۔

فی بذل المجھود(۳۴۵/۴)ویجوزان یولم بعد النکاح اوبعد الرخصة اوبعدان یبنی بھا والثالث ھوالا ولی۔

سنتِ ولیمہ اور سنتِ وقت

ولیمہ میں دو الگ الگ سنتیں ہیں(۱)عملِ ولیمہ(۲)وقتِ ولیمہ یعنی شبِ زفاف کے بعد صبح کے وقت ولیمہ کرنا۔

قال الدردیر:الولیمة وھی طعام العرس خ[illegible] مندوبة بعدالبناء

فان وقعت قبله لم تكن وليمة شرعًا،والمعتمدان كونها بعد البناء مندوب ثانٍ.اوجزالمسالك(۴۳۶/۹)

صبح ولیمہ جس قدر جلدی کیاجائے اتناہی سنت کے قریب ہے لہٰذادخول کے بعد صبح کے وقت ولیمہ کرنے سے دونوں سنتیں ادا ہوجاتی ہیں اوربوقتِ نکاح یا بعد از نکاح یا بوقت دخول یا دخول کے بعد کافی تاخیر مثلاً دوتین دن بعد کرنے سے سنت ولیمہ تو ادا ہوجائے گی مگر سنتِ وقت ادانہ ہوگی۔

فتاوی عثانی (۳۰۳/۲) میں ہے۔

''جن حضرات نے عندالعقد اورعقب العقد ولیمہ کومسنون کہاہے،ان کامطلب یہ معلوم ہوتاہے کہ ان اوقات میں ولیمہ کرنے سے سنت ولیمہ اداہوجاتی ہے،جس طرح مسواک کے مسئلے میں برش کرنے سے سنت سواک اداہوجاتی ہے،سنت آلہ ادانہیں ہوتی،اسی طرح یہاں سنت ولیمہ اداہوگی،مگرسنت وقت ادانہیں ہوئی،یعنی ولیمہ وقتِ مسنون میں ادانہ ہوگا۔

تین دن کے بعد ولیمہ

فتاوی رحیمیہ جدید(۲۴۰/۸) میں ہے:

دوروز تک کی دعوت کو ولیمہ کہتے ہیں،اس کے بعد دعوت دینے کو دعوتِ ولیمہ نہیں کہتے۔

فتاوی محمودیہ جدید(۱۴۱/۱۲) میں ہے:

دعوتِ ولیمہ شادی اور رخصتی سے تین روز تک ہوتی ہے،اس کے بعد نہیں۔

خیر الفتاوی (۶۰۴/۴) میں ہے:

معلوم ہوا کہ سات دن تک اجازت نہیں۔

راجح قول

صحیح اور راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی اور رخصتی سے تین دن یا اس سے زیادہ دن بعد ولیمہ کرنے سے سنتِ ولیمہ تو ادا ہو جاتی ہے لیکن سنتِ وقت ادا نہیں ہوتی۔

چنانچہ فتاوی عثمانی (۳۰۲/۲) میں ہے:

چار یا پانچ دن کے بعد ولیمہ کیا جائے تو سنتِ ولیمہ ادا ہو جائے گی۔

خلوت کافی ہے یا جماع ضروری ہے؟

شرعاً سنتِ ولیمہ اور سنتِ وقت کی ادائیگی کے لئے شبِ زفاف میں اجتماع اور خلوت کافی ہے۔ باقاعدہ ہم بستری اور جماع ضروری نہیں مثلاً رخصتی کے بعد خلوت کا موقعہ مل گیا لیکن عورت حیض سے تھی جس کی وجہ سے حقیقی جماع کی نوبت نہ آسکی، تو اس کی صبح کو جو دعوت دی جائے گی اس سے سنتِ ولیمہ اور سنتِ وقت ادا ہو جائے گی۔ ماخذہ: آپ کے مسائل اور ان کا حل (۱۶۵/۵)۔

میکے کی ملاقات بھی کافی ہے۔

اگر نکاح کے بعد میاں بیوی کی ملاقات میکے میں ہو جائے اور خلوت کا موقعہ مل جائے جیسا کہ بہت سے علاقوں میں اس کا رواج ہے تو اس کے بعد صبح کو دعوت دینے سے بھی ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔ دعوت خواہ لڑکے والوں کے ہاں ہو یا لڑکی والوں کے ہاں یا کسی تیسری جگہ، مقامِ اجتماع میں دعوت ضروری نہیں۔

فتاوی محمودیہ جدید(۱۲/۱۴۱) میں ہے:

سوال: شادی ہو جانے کے بعد بسااوقات میاں بیوی کی پہلی ملاقات لڑکی کے میکے ہی میں ہوجاتی ہے، ایسی صورتِ میں لڑکی کے والد اگر بغیر رخصتی کرائے اپنے گھر ولیمہ کر دے تو مسنون ولیمہ ہوا یا نہیں؟ مسنون ولیمہ کی کیا شکل ہے؟

جواب: اجتماع زوجین کے بعد جودعوت دی جاتی ہے وہ ولیمہ ہے، خواہ بنا(ملاقات زوجین) کسی جگہ ہو۔

ولیمہ کی حکمت و مصلحت

عقیقہ کی طرح ولیمہ بھی زمانہ جاہلیت سے رائج تھا، شریعتِ مقدسہ نے اس عمل کو برقرار رکھا بلکہ اس کے کرنے کی ترغیب دی ہے۔ شریعت جو بھی حکم دے وہ مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ شریعت نے ولیمہ کا جوحکم دیا ہے، اس کی مشروعیت میں بھی بڑی مصالح اور حکم ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ میں لکھتے ہیں۔

ولیمہ یعنی نکاح کے بعد جو عام لوگوں کو روٹی کھلائی جاتی ہے، اس کے تقرر میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔

(۱) اس سے نکاح کی اور اس بات کی اشاعت اور شہرت ہوتی ہے کہ بیوی سے دخول کرنا چاہتا ہے، یہ اشاعت ضروری ہے تا کہ نسب میں کسی کو وہم کرنے کی بھی گنجائش نہ ہو اور نکاح اور زناء میں تمیز بادی رائی میں معلوم ہوجائے اور لوگوں کے سامنے اس عورت کے ساتھ جائز تعلق متحقق ہوجائے۔

(۲) اس عورت سے اور اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک پایا

جاتا ہے کیونکہ اس کے لئے مال خرچ کرنااور لوگوں کو اس کے لئے جمع کرنا،اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت اور عزت ہے اور میاں بیوی کے مابین اس قسم کے امور الفت قائم کرتے ہیں،خاص کر ان کے اول اجتماع میں ضروری ہوتے ہیں۔

(۳)ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا اظہارِ شکر وسرور وخوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کی پیروی کرنے سے سخاوت کی عادت وخصلت پیدا ہوتی ہے اور بخل کی عادت جاتی رہتی ہے،اس کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں،سوچونکہ سیاستِ مدنیہ ومنزلیہ وتہذیب نسل واحسان کے متعلق کافی فوائد اور مصالح ولیمہ میں مودع ہیں،اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف رغبت اور حرص دلائی اور خود بھی اس کو عمل میں لائے۔المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ حصہ دوم (۱۵۰۔۱۵۲)دارالاشاعت کراچی۔

فیلسوفِ اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

وكان الناس يعتادون الوليمة قبل الدخول بها وفى ذلك مصالح كثيرة منها التلطف باشاعة النكاح وانه على شرف الدخول بهاآذلابدمن الاشاعة لئلا يبقى محل لوهم الواهم فى النسب،وليتميزالنكاح عن السفاح بادى الرأى ويتحقق اختصاصه بهاعلى اعين الناس ومنهاشكرما اولاه الله تعالىٰ من انتظام تدبيرالمنزل بمايصرفه الى عباده وينفعهم به ومنهاالبربالمرأة وقومها فان صرف المال لهاوجمع الناس فى امرهايدل

علی کرامتھاعلیه وکونها ذات بال عنده وفی اتباع تلک الداعیة التمرن علی السخاوة وعصیان داعیة الشح الی غیر ذلک من الفوائد والمصالح فلماکان فیها جملة صالحة من فوائد السیاسة المدنیة والمنزلیة وتهذیب النفس والاحسان وجب ان یبقیها النبی ﷺ ویرغب فیهاویحث علیها ویعمل هوبها. حجة الله البالغة(۲/۱۳۰)مبحث فی صفة النکاح،المکتبة السلفیة بلاهور.

حضرت شاہ صاحبؒ نے مذکورہ فصیح و بلیغ عبارت میں ولیمہ کی کل چار مختلف حکمتیں اور مصلحتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی مصلحت: ملکی قومی اور معاشرتی مفاد

علی الاعلان ولیمہ کرنے کی ملکی قومی اور معاشرتی حکمت و مصلحت یہ ہے کہ ولیمہ کے ذریعہ لطیف پیرائے میں نکاح کی تشہیر ہو جاتی ہے اور یہ تشہیر ملک،قوم اور معاشرت کے مفاد کے لئے ضروری ہے تاکہ کسی کو زوجین کی اولاد کے نسب کے بارے شبہ نہ رہے،نکاح اور زنا میں فرق ہوجائے اور سب لوگوں کو ان کے تعلق کا علم ہوجائے۔

دوسری مصلحت: خانگی اور خاندانی

کسی بھی گھر اور خاندان کے نظم و ضبط کے لئے میاں بیوی دونوں ضروری ہیں،بیوی گھر کے اندرونی معاملات سنبھالے اور شوہر باہر کے،اس لئے امورِ منزل کے لئے بیوی کا ہونا انتہائی ضروری ہے اور اس کا حصول ایک بڑی نعمت ہے،اس

نعمت کے شکر کے طور پر ولیمہ کیا جاتا ہے۔

تیسری حکمت: حسنِ سلوک

ولیمہ میں بیوی اور اس کے خاندان کے ساتھ بہترین حسنِ سلوک ہوتا ہے، کیونکہ ولیمہ میں مال خرچ کرنا پھر مختلف لوگوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوست احباب کو جمع کرنا اور اس کا اہتمام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عورت اور اس کا خاندان شوہر کے ہاں معزز ہیں اور حسنِ سلوک کے قابل ہیں۔

چوتھی حکمت: تہذیب نفس

ولیمہ کا اہتمام اور اس پر مال خرچ کرنے سے جود و سخاوت کی عادت پڑتی ہے اور بخل مذموم، لالچ اور حرص سے نجات حاصل ہوتی ہے، اس طرح گویا ولیمہ کا عمل تہذیب نفس اور اصلاح کی مشق اور اہم ذریعہ ہے۔

ایک سے زیادہ ولیمے

ولیمہ سنت عمل ہے لیکن اس میں بے جا اسراف، فضول خرچی، شہرت اور ریاء ونمود سے احتراز ضروری ہے، ایک سے زیادہ ولیمہ دینا درست ہے یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ:

(۱) دو دن تک ولیمہ دینا بالاتفاق درست ہے، حدیث قولی سے اس کا ثبوت ملتا ہے البتہ دو دن سے زیادہ درست ہے یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ۔

(۱) اس کا معمول بنانا بالاتفاق ناپسندیدہ ہے، درست نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح اگر شہرت ریاء اور دکھلاوا مقصود ہو تو بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

(۳) اگر گنجائش نہ ہو تو، قرض لیکر ولیمہ کرنا پڑے تو بالاتفاق درست نہیں۔

(۴) اگر اسراف وتبذیر اور فضول خرچی کا ارتکاب کرنا پڑے تو بھی بالاتفاق صحیح نہیں۔

- البتہ اگر معمول بھی نہ بنایا جائے اور شہرت وریاء بھی مقصود نہ ہو اور گنجائش بھی ہو تو اختلاف ہے، امام مالکؒ کے ہاں سات دنوں تک جائز ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء کرام امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں دو دن سے زیادہ ولیمہ دینا مکروہ ہے۔

فی المغنی لابن قدامة(۴/۷)کتاب الولیمة،دارالکتب العلمیة بیروت،واذا صنعت الولیمة اکثر من یوم جاز،فقدروی الخلال باسناده عن اُبیؓ "انه اعرس ودعاالانصارثمانیة ایام"واذادعی فی الیوم الاول وجبت الاجابة وفی الیوم الثانی تستحب الاجابة وفی الیوم الثالث لاتستحب،قال احمد:الاول یجب والثانی ان احب والثالث فلا،وهکذا مذهب الشافعی،وقدروی عن النبی ﷺانه قال:الولیمةاول الیوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسُمعة رواه ابو داؤد وابن ماجة وغیرهماوقاله سعید بن المسیب ایضاًوُدعی سعید الی الولیمة مرتین فاجاب فدعی الثالثةفحصب الرسول رواه ابو داؤد والخلال وکذا فی او جزالمسالک(۹/۴۴۵)وزاد فیه قال الباجی:الذی ابیح من الولیمة ماجرت به العادة من غیرعرف ولاسمعة ورياء والمتادمنهمایوم واحد وقد ابیح اکثرمن یوم......وقال ابن حبیب:یکره ان یکون الاستدامة ایاماًه

وفی الفتاوی السراجیة(ص۷۵)کتاب الکراھیة،باب الولیمة والختان .ایچ ایم سعیدکراچی،لا یباح اتخاذالضیافة فوق ثلثة ایام فی العرس والولیمة.

دودن سے زیادہ ولیمہ کرنے کی مذمت

نبی علیہ السلام نے دو دن سے زیادہ ولیمہ کرنے کی مذمت بیان فرمائی ہے، روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱)فی سنن ابی داؤد(۱۷۰/۲)کتاب الاطعمة،باب فی کم تستحب الولیمة،عن الحسن عن عبدالله بن عثمان الثقفی عن رجل اعور من ثقیف کان یقال له معروفاای یثنی علیه خیراان لم یکن اسمه زھیربن عثمان فلا ادری ماسمه:ان النبیﷺقال:الولیمة اول یوم حق والثانی معروف والیوم الثالث ریاء وسمعته.

وکذافی السنن الکبری للبیھقی(۲۶۰/۷)کتاب الصداق،باب ایام الولیمة وسنن الدارمی(۱۴۳/۲)کتاب الاطعمة،باب فی الولیمة رقم الحدیث(۲۰۶۵)ومسنداحمدبن حنبل(۲۹۱/۷)رقم الحدیث(۲۰۳۴۵)و(۲۰۳۴۶)

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پہلے دن ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن ریاء ہے۔

(۲)فی جامع الترمذی(۳۳۵/۱)ابواب النکاح،باب ماجاء فی الولیمة عن ابن مسعودؓقال قال رسول اللهﷺطعام اول یوم حق وطعام

یوم الثانی سنة وطعام یوم الثالث سمعة ومن سمّع سمعّ الله به،حدیث ابن مسعودالانعرفه مرفوعًاالامن حدیث زیادبن عبدالله وزیاد بن عبدالله کثیرالغرائب والمناکیر،سمعت محمد بن اسماعیل یذکر عن محمد بن عقبة قال:قال وکیع:زیاد بن عبداللّٰہ مع شرفه یکذب فی الحدیث.

ولکن قال الحافظ فی بلوغ المرام(ص۱۳۵)رجاله رجال الصحیح.

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پہلے دن کا کھانا حق ہے اور دوسرے دن کا کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا ریاء کاری ہے اور جو ریاء کاری اور شہرت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بطور رسوائی اس کی شہرت کردیں گے۔

(۳)فی سنن ابن ماجة(ص۱۳۷)قدیمی کتب خانه،ابواب النکاح،باب اجابة الداعی،عن ابی هریرةؓقال قال رسول اللّٰهﷺالولیمة اول یوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسمعة.

ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا پہلے دن کا ولیمہ حق ہے اوردوسرے دن کا معروف ومعتاد ہے اور تیسرے دن کا ریاء ونمود ہے۔

(۴)فی السنن الکبری للبیهقی(۲۶۰/۸)کتاب الصداق،باب ایام الولیمة،عن انسؓان رسول اللّٰهﷺلماتزوّج ام سلمةؓامربالنطع فبسط ثم القی علیه تمراوسویقافدعاالناس فاکلوا وقال:الولیمة فی اول یوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسمعة.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جب ام سلمہؓ سے نکاح کیا تو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا چنانچہ بچھا دیا گیا تو آپ نے اس پر کھجوریں اور ستو ڈالے پھر لوگوں کو دعوت دی اور انہوں نے کھانا کھایا اور نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پہلے دن ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن ریاء اور تشہیر ہے۔

(۵)فی مصنف عبدالرزاق(۴۴۷/۱۰)کتاب الجامع،باب الولیمة عن قتادة عن الحسنؒ قال قال رسول اللہ ﷺ فی الولیمة:اول یوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسمعة .

نبی علیہ السلام نے فرمایا پہلے دن ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن ریاء اور تشہیر ہے۔

(۶)فی فتح الباری(۳۰۲/۹)کتاب النکاح،باب حق اجابة الولیمة الخ عن ابن عباسؓ رفعه طعام فی العرس یوم سنة وطعام یومین فضل وطعام ثلاثة ایام ریاء وسمعة اخرجه الطبرانی بسندضعیف وکذافی کنزالعمال(۱۳۰/۱۶)کتاب النکاح/قسم الاقوال،الولیمة رقم الحدیث(۴۴۶۱۳)مکتبه رحمانیه وکذا فی الاکمال(۱۳۱/۱۶)رقم الحدیث(۴۴۶۲۷)ولفظه طعام یوم العرس سنة الخ.

(۷)الدعوة اول یوم حق والثانی معروف ،والثالث ریاء وسمعة(الدیلمی.عن انسؓ)کنزالعمال(۱۳۰/۱۶)کتاب النکاح قسم الاول،رقم الحدیث(۴۴۶۲۱)الاکمال.

پہلے دن ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن ریاء اور

شہرت ہے۔

(۸)الولیمة حق والثانیة معروف والثالث فخروحرج(طب عن وحشی) کنز العمال(۱۶/۱۳۰)المذکور،رقم الحدیث(۴۴۶۲۳).

حضرت وحشیؓ سے روایت ہے پہلے دن ولیمہ حق اور دوسرے دن نیکی ہے اور تیسرے دن فخر اور حرج (تنگی والا معاملہ) ہے۔

فی فتح الباری(۹/۳۰۲)وهذه الاحادیث وان کان کل واحد منهالا یخلو عن مقال فمجموعها یدل علی ان للحدیث اصلا:

ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں سے ہر ایک حدیث انفرادی طور پر اشکال سے خالی نہیں تاہم مجموعہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی بنیاد موجود ہے۔

دوسرے دن ولیمہ شروع ہونے کی حکمت

علامہ طیبیؒ الکاشف عن حقائق السنن(۶/۲۹۸) کتاب النکاح،باب الولیمہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کردہ حدیث طعام اول یوم حق وطعام یوم الثانی سنة الخ کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وطعام الیوم الثانی سنة،لانه ربمایتخیربه ماعسی أن یصدرعنه تقصیرا وتخلف عنه بعض الا صدقاء فان السنة مکملة للواجب ومتممة له

یعنی دوسر دن کھانا دینے کی اجازت دووجہ سے ہے۔

(۱) پہلے دن اگر سنت کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی ہو تو اس کا تدارک ہو جائے گا۔

(۲) بعض اوقات بعض دوست احباب پہلے دن شرکت نہیں کر سکتے،ان کو دوسرے دن مدعو کیا جائے۔

دودن سے زیادہ ولیمہ میں شرکت سے انکار

دودن سے زیادہ ولیمہ عموماً ریا کاری اور فخر ومباہات کے لئے ہوتا ہے،اس لئے اس میں شرکت نہیں کرنا چاہئے ۔بعض سلف صالحین کا معمول تھا کہ وہ پہلے اور دوسرے دن ولیمہ میں شرکت فرماتے اوراس کے بعد شرکت سے انکار کر دیتے تھے۔

(۱)فی سنن ابی داؤد(۲/۱۷۰)کتاب الاطعمة،باب فی کم تستحب الولیمة؟قال قتادة:وحدثنی رجل ان سعید بن المسیبؒ دعی اول یوم فاجاب ودعیَ الیوم الثانی فاجاب ودعی الیوم الثالث فلم یجب وقال اهل سمعة ورياء.

وکذافی السنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۰)کتاب الصداق،باب ایام الولیمة .

حضرت سعید بن المسیبؒ کو پہلے دن دعوت دی گئی تو انہوں نے قبول کر لی دوسرے دن دی گئی تو قبول کرلی،جب تیسرے دن دی گئی تو قبول نہ کی اور فرمایا کہ تم ریا کاری اور شہرت والے ہو۔

(۲)وفیهاایضاعن قتادة عن سعید بن المسیب بهذه القصة قال فدعی الیوم الثالث فلم یجب وحصب الرسول.

یعنی حضرت سعید بن المسیبؒ کو تیسرے دن ولیمہ کے لئے بلایا جاتا تو آپ

قبول نہ فرماتے اور قاصد کو کنکری مارتے۔

(۳)وفی السنن الکبری للبیهقی(۷ / ۲۶۰)عن قتادة قال:دعی سعید بن المسیبؒ اول یوم فاجاب ودعی الیوم الثانی فاجاب ودعی الیوم الثالث فحصبهم بالبطحاء وقال اذهبوا اهل ریاء وسمعة.وکذافی مصنف عبدالرزاق(۱۰ / ۴۴۷)کتاب الجامع باب الولیمة.

سعید بن المسیبؒ کو پہلے دن دعوت دی گئی تو قبول کرلی اوردوسرے دن دی گئی تو قبول کرلی اورتیسرے دن دی گئی تو آپ نے ان کو کنکری ماری اور فرمایا اے ریااورشہرت والو: چلے جاؤ۔

بعض حضرات کا موقف

بعض سلف سے دودن سے زیادہ ولیمہ کرنا بھی منقول ہے چنانچہ سات آٹھ دن تک منقول ہے۔

امام بخاریؒ نے صحیح البخاری(۲/۷۷۷)کتاب النکاح،میں باب باندھا ہے باب حق اجابة الولیمة والدعوة ومن اولم بسبعة ایام ونحوه ولم یوقت النبی ﷺ یوماًولایومین.

امام بخاریؒ اور مالکیہؒ حضرات کے ہاں دودن سے زیادہ ولیمہ درست ہے، بلکہ مالکیہ کے ہاں مالدار کے لئے سات دن تک ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

النووی علی صحیح مسلم(۱ / ۴۵۸).

(۱)فی فتح الباری(۹ / ۲۰۳)اخرج ابویعلی بسندحسن عن انسؓ قال:تزوج النبی ﷺ صفیةؓ وجعل عتقهاصداقهاوجعل الولیمة ثلثة ایام

الحدیث وکذا فی اعلاء السنن(۱۱/۱۳)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے صفیہؓ سے نکاح کیا اوران کی آزادی کو ان کا مہر بنایااور تین دن تک ولیمہ کیا۔

(۲)فی السنن الکبری للبیهقی(۲۶۱/۷)کتاب الصداق،باب ایام الولیمة عن محمد قال حدثتنی حفصة ان سیرین عرس بالمدینة فاولم فدعاالناس سبعًاوکان فیمن دعاابی بن کعب فجاء وهوصائم فدعالهم بخیر وانصرف وکذاقاله حماد بن زید عن ایوب سبعًاالاانه لم یذکر حفصة فی اسناده وقال معمر عن ایوب ثمانیة ایام والاول اصح.

حفصہؒ کہتی ہیں کہ سیرینؒ نے مدینہ میں شادی کی اور ولیمہ میں سات دن تک لوگوں کو بلایا، بلائے جانے والوں میں حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے وہ روزہ سے تھے توانہوں نے دعا کی اور چلے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ آٹھ دن تک دعوت کی۔

(۳)وفیهاایضًاعن ابن سیرین قال تزوج ابی فدعاالناس ثمانیة ایام فدعاابی بن کعب فیمن دعافجاء یومئذوهوصائم وصلی،یقول دعا بالبرکة ثم خرج،اخرجه عبدالرزاق بهذا اللفظ فی المصنف له (۴۴۸/۱۰) کتاب الجامع،باب الولیمة.

ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے شادی کی تو لوگوں کو آٹھ دن تک دعوت دی، حضرت ابی بن کعبؓ بھی بلائے گئے لوگوں میں تھے آپ کا روزہ تھا، اس لئے آپ نے برکت کی دعا کی اور نکل گئے۔

(۴)فی المصنف لابن ابی شیبة(۹/۲۴۰)کتاب النکاح،باب فی یقول:یطعم فی العُرس والختان رقم الحدیث (۱۷۴۴۸)عن حفصة قالت:لماتزوج ابی سیرین دعااصحاب رسول اللہ ﷺسبعة ایام فلماکان یوم الانصاردعاهم ودعاابی بن کعب وزیدبن ثابت قال هشام: واظنه قال: ومعاذًاقال: فکان ابیؓ صائمافلماطعموادعاابی بن کعب وامّن القوم.

حفصہ بنت سیرینؒ سے روایت ہے کہ میرے والد نے شادی کی تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کوسات دن تک دعوت دی پس جب انصار کادن آیاتوان کو دعوت دی اور ابی بن کعب،زید بن ثابت اور معاذ بن جبلؓ کوبھی دعوت دی،راوی کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب روزہ سے تھے،جب ان حضرات نے کھانا تناول فرمایا تو ابی بن کعبؓ نے دعا کی اور لوگوں نے آمین کہا۔

شرطِ جوازاور صحیح مطلب

بعض حضرات نے دودن سے زیادہ ولیمہ کی جو اجازت دی ہے،اس کی اہم شرط یہ ہے کہ ہر دن نئے لوگوں کو دعوت دی جائے،جولوگ پہلے دن ولیمہ میں شرکت کر چکے ہیں ان کونہ بلایاجائے،اسی طرح جو دوسرے دن شرکت کر چکے،بعد میں کسی مرحلہ پر ان کو دعوت نہ دی جائے۔صرف ان لوگوں کو بلایا جائے جوپہلے کسی دن شریک نہیں ہوئے۔حاصل یہ کہ دودن سے زیادہ ولیمہ کی اجازت اس وقت ہے کہ لوگ بہت زیادہ ہیں،ایک دودن میں سب کی شرکت نہیں ہوسکتی،اگردوست احباب کی اتنی کثرت نہ ہوتودودن سے زیادہ ولیمہ نہیں ہے۔ابن حجر عسقلانیؒ نے

اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ دودن سے زیادہ ولیمہ اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں فخر ومباہات مقصود ہوتا ہے، اگر لوگوں کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ دن ولیمہ دے تو یہ ایک عذر ہے۔اس میں عموماً فخر اور ریاء شامل نہیں ہوتی۔

فی فتح الباری(۳۰۳/۹)وقال العمرانی:انماتکرہ اذاکان المدعو فی الیوم الثانی ہوالمدعو فی الاول وکذاصورہ الرویانی واستبعدہ بعض المتأخرین ولیس ببعید لان اطلاق کونہ ریاء وسمعة یشعر بان ذلک صنع للمباہاة واذاکثرالناس فدعا فی فی کل یوم فرقة لم یکن فی ذلک مباہاة غالبًا.

اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ دودن سے زیادہ ولیمہ کے جواز کے قائلین مالکیہ حضرات ہیں۔اور خود مالکیہ حضرات مثلاً قاضی عیاضؒ وغیرہ سے بھی یہ توجیہ منقول ہے۔فتح الباری(۳۰۳/۹)اوجز(۴۴۶/۹)

نیز حضرت سیرینؒ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو دعوت دی اورانہوں نے روزہ کی وجہ سے کھانا نہ کھایا، دعا کر کے چلے گئے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ کو ایک ہی دن دعوت دی گئی تھی، اگر متعدددن دعوت دی گئی ہوتی راوی کہتے کہ ایک دن روزہ سے تھے، باقی دنوں میں کھانا تناول فرمایا تھا، جب ایک صحابی کو ایک دن ہی کی دعوت تھی تو باقی حضرات کو بھی ایک دن ہی کی دعوت ہوگی۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں تصریح ہے کہ انصار صحابہ کو الگ دن میں دعوت دی گئی تھی۔

ابو داؤد کی حدیث کے تحت حضرت سہارنپوریؒ بذل المجہود میں لکھتے ہیں۔

كتب مولانا يحيىؒ وهذا لان العادة كانت فيهم كذلك فان كانت القرية كبيرة واحب ان يطعم كل محلة محلة عليحدة كل يوم محلة لاباس به ولواَطعم شهرا مالم يكن سمعة ورياء.(۳۴۶/۴)

یعنی حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں تیسرے دن کے ولیمہ کو اس لئے ریا کہا گیا ہے کہ اس وقت عادت یہی تھی لہٰذا اگر بستی بڑی ہو اور وہ ہر محلے والوں کو الگ الگ دن ولیمہ کھلانا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس میں مہینہ لگ جائے بشرطیکہ ریاء اور شہرت مقصود نہ ہو۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

واستحب مالك ان تكون سبعة ايام والمختارانه على قدرحال الزوج.المرقاة (۲۵۰/۶)وكذا فى فتح الملهم(۴۸۵/۳).

یعنی امام مالکؒ کے ہاں سات دن تک ولیمہ مستحب ہے اور مختار قول یہ ہے کہ یہ شوہر کی مالی حالت پر موقوف ہے۔

دعوت ولیمہ قبول کرنے کی شرعی حیثیت

دعوت ولیمہ قبول کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ عام دعوتوں کی بنسبت دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی تاکید زیادہ ہے،موطا امام محمدؒ کی شرح میں ہے:

وذهب بعض المالكية الى وجوب اجابة الوليمةدون غيرهاوعندغيرهم الامرللندب الاان الندب فى الوليمةاكد

یعنی بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا واجب ہے اور

دوسرے حضرات کے ہاں امر استحباب کے لئے ہے مگر ولیمہ کی دعوت میں استحباب زیادہ مؤکد ہے(التعلیق الممجد ص۳۷۶)۔

البتہ تاکید کس درجہ کی ہے؟اس بارے مختلف اقوال ہیں(۱)فرضِ عین (۲)فرض کفایہ(۳)واجب،یہ اقوال حنابلہ،مالکیہ اور شافعیہ حضرات کے ہیں۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

الاصح فی مذھبنا انه فرض عین علی کل من دعی(۱/۴۶۲)

یعنی زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں جن کو دعوت دی جائے ان پر قبول کرنا فرض عین ہے۔**وکذافی حاشیة البارجوری(۲ /۱۷۶)**

حنفیہ کے ہاں صحیح قول کے مطابق دعوتِ ولیمہ قبول کرنا سنت ہے۔بعض نے سنتِ مؤکدہ کہا ہے اور بعض نے واجب کے قریب کہا ہے ردالمحتار(۶/۳۴۷)

ابن عبدالبرؒ،قاضی عیاضؒ اور امام نوویؒ نے وجوب کے قول پر اتفاق نقل کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ اسے متفق علیہ کہنا درست نہیں البتہ علماء کا مشہور قول وجوب ہی کا ہے۔

فتح الباری(۹/۳۰۱)واوجز المسالک(۹/۴۳۴)

عام دعوتوں کی بنسبت دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی زیادہ تاکید اس لئے ہے کہ دعوت قبول کرنے کی احادیث دو قسم کی ہیں۔

(۱)وہ احادیث جو دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کے بارے ہی ہیں۔

(۲)وہ احادیث جو مطلقاً دعوت قبول کرنے کے بارے وارد ہوئی ہیں۔

پہلی قسم کی احادیث ولیمہ کے ساتھ خاص ہیں اور دوسری قسم کے عموم میں

ولیمہ بھی شامل ہے۔

قسم اول:

دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کا تاکیدی حکم

حدیث(۱)عن عبداللہ بن عمرؓان رسول اللہ ﷺقال:اذادعی احدکم الی الولیمة فلیأتها.

صحیح البخاری(۲/۷۷۷)کتاب النکاح باب حق اجابة الدعوة الخ وصحیح المسلم(۱/۴۶۲)باب الامر باجابة الداعی الی دعوة،وسنن ابوداؤد(۲/۱۶۹)کتاب الاطعمة،باب ماجاء فی اجابة الدعوی.وموطاالامام محمد(ص۳۷۶)باب فضل اجابة الداعی.

وموطاالامام مالک(۹/۴۴۴)مع الاوجزکتاب النکاح،باب ماجاء فی الولیمة.سنن الدارمی(۲/۱۹۲)کتاب النکاح،باب فی اجابة الولیمة رقم الحدیث(۲۲۰۵)

ومسنداحمد(۲/۴۲۲)رقم الحدیث(۵۷۷۰)و(۲/۲۸۱)رقم الحدیث(۴۹۴۹)دارالفکربیروت،والسنن الکبری لامام البیهقی رحمه الله(۷/۲۶۱)سنن ابن ماجه(ص۱۳۷)باب اجابة الدعی.ابواب النکاح..

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرے اور اس میں آئے۔

سنن ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: **فان کان مفطرا فلیطعم وان کان صائمافلیدع** یعنی دعوت قبول کرلے پھر اگر بغیر روزہ کے ہوتو کھانا کھالے اور اگر روزہ دار ہوتو چھوڑ دے۔ (۱۶۹/۲)

حدیث(۲) **عن نافع عن ابن عمرؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: اذادعی احدکم الی ولیمة عرس فیجب.**

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جائے تو قبول کرے۔

سنن الدارمی(۱۹۲/۲)کتاب النکاح.باب فی اجابة الولیمة(۲۲۰۵)ومسند احمد(۲۴۵/۲)رقم الحدیث(۴۷۳۰)والسنن الکبریٰ للبیهقی(۲۶۱/۷)کتاب الصداق،باب اتیان دعوة الولیمة حق،وصحیح المسلم(۴۶۲/۱)

اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی

حدیث(۳) **عن ابی هریرةؓ ان النبی ﷺ قال شرالطعام طعام الولیمة یمنعهامن یأتیهاویدعی الیهامن یأباها ومن لم یجب الدعوة فقدعصی اللّٰہ عزوجل ورسوله.انظر:**

(۱) صحیح المسلم(۴۶۳/۱)مرفوعًاوموقوفاً.

(۲)وصحیح البخاری(۷۷۸/۲)موقوفاعلی ابی هریرةؓ.

(۳)وابوداؤد(۱۶۹/۲)کتاب الاطعمة،باب ماجاء فی اجابة الداعی،عن عبدالله بن عمرمرفوعًاوعن ابی هریرة موقوفًا.

(۴)موطاالامام محمد(ص ۳۷٦)باب فضل اجابة الدعوة،موقوفًا

(۵)ومسنداحمد(۳/۳۷۳)رقم الحدیث(۹۲٦)...وایضاًمسند

(۳/۵۵۴)رقم الحدیث(۱۰۴۱۷)

(٦)والسنن الکبریٰ للبیهقی(۷/۲٦۱و۲٦۲)موقوفاومرفوعاً.

(۷)وسنن ابن ماجة(ص۱۳۷)ابواب النکاح،باب اجابة الدعی.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا سب سے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے کہ جو اس میں آنا چاہے اس کو منع کردیا جائے اور جو اس سے انکار کرے،اس کو دعوت دی جائے اور جو شخص دعوت کو قبول نہیں کرتا تو بلاشبہ اس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث(۴)عن ابن عمرؓقال قال رسول اللہﷺمن دعی الی عرس اونحوہ فلیجب.

صحیح المسلم(۱/۴٦۲)والسنن الکبریٰ للبیهقی(۷/۲٦۲)

ابن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کو شادی یا اس جیسی تقریب میں بلایا جائے تو قبول کرے۔

حدیث(۵)وفیه ایضاًعن نافع ان ابن عمرؓکان یقول عن النبیﷺاذادعِااحدکم اخاہ فلیجب عُرسا کان اونحوہ.

صحیح المسلم(۱/۴٦۲)وابوداؤد(۲/۱٦۹)والسنن الکبریٰ للبیهقی(۷/۲٦۲).

عبداللہ بن عمرؓ نبی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تم

میں سے کوئی اپنے بھائی کو دعوت دے تو وہ قبول کرے خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا اس کے علاوہ۔

قسم ثانی

وہ احادیث جن میں مطلق دعوت قبول کرنے کی تاکید آئی ہے اور اس عموم میں دعوتِ ولیمہ بھی شامل ہے بلکہ بعض احادیث میں ولیمہ کا خاص طور پر ذکر ہے اور دوسری دعوتوں کی طرف صرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(ا)قال البراء بن عازبؓ امرناالنبی ﷺ بسبع ونهاناعن سبع امرنا بعيادة المريض واتباع الجنازة وتشميت العاطس وابرارالمقسم ونصرالمظلوم وافشاء السلام واجابة الدعی ونهانا عن خواتيم الذهب وعن أنيةالفضة وعن المياثر والقسية والا ستبراق والديباج.

براء بن عازبؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اورسات چیزوں سے منع فرمایا،آپ نے ہمیں مریض کی عیادت(تیمارداری)اور جنازہ کے ساتھ چلنے اور چھینکنے والے کو جواب دینے اور قسم اٹھانے والے کی قسم پوری کرنے اور مظلوم کی نصرت کرنے اور سلام پھیلانے اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا حکم دیا ہے،اورآپ نے ہمیں سونے کی انگوٹھیوں اورچاندی کے برتن سے اورریشم کے بچھونے(سرہانے)اور ریشم سے مخلوط کتان کے کپڑوں اور ہر قسم کی باریک اور موٹی ریشم سے منع فرمایا ہے۔

صحيح البخاری(۲/۷۷۷)کتاب النکاح،باب حق اجابة الوليمة والدعوة الخ وكذافيه(۱/۱۶۵و۱۶۶)كتاب الجنائز.والسنن الكبری

للبیهقی(۷/ ۲۶۳).

عن الزهری مرسلا وعن ابی هریرة مرفوعًا قال رسول اللهﷺ خمس تجب للمسلم علی اخیه ردالسلام وتشمیت العاطس واجابة الدعوة اذا دعاه وعیادة المریض واتباع الجنائز. سنن البیهقی(۷/ ۲۶۳)

(۲)عن ابی موسیؓ عن النبیﷺ قال: فکوا العانی واجیبوا الداعی و عودوا المریض. صحیح البخاری(۲/ ۷۷۷)

ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قیدی کو چھڑاؤ اور داعی کی دعوت قبول کرو اور مریض کی عیادت کرو۔

(۳)عن نافع قال سمعت عبدالله بن عمرؓ یقول: قال رسول اللهﷺ: اجیبوا هذه الدعوة اذا دُعیتم لها قال: وکان عبدالله یأتی الدعوة فی العُرس وغیر العُرس وهو صائم.

صحیح البخاری(۲/ ۷۷۸) کتاب النکاح/باب اجابة الداعی فی العرس وغیرها.

وصحیح المسلم(۱/ ۴۶۲) والسنن الکبری للبیهقی(۷/ ۲۶۲)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہیں اِس دعوت کی طرف بلایا جائے تو اسے قبول کرو، نافعؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ روزہ دار ہونے کے باوجود شادی اور شادی کے علاوہ کی دعوت میں شریک ہوتے تھے۔

(۴)عن ابی هریرةؓ عن النبیﷺ قال: لو دعیت الی کُراع لاجبت

ولو اهدی الی کُراع لقبلت.

صحیح البخاری(۲/۷۷۸)کتاب النکاح باب من اجاب الی کراع واللفظ له،صحیح المسلم(۱/۴۶۲)عن ابن عمرؓ.

ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے کُھر،ٹانگ،پائے،کی دعوت دی جائے تو بھی قبول کروں اور اگر مجھے بکری کا کُھر ہبہ کیا جائے تو قبول کرلوں۔

وفی السنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۲)عن ابن عمرؓان النبی ﷺقال:اذا دعیتم الی کراع فاجیبوا.

یعنی اگر تم کو بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو قبول کرو۔

فائدہ:اس حدیث میں کراع کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔

(۱) بکری کا کھر اور ٹانگ،مطلب یہ ہے کہ اگر دعوت بظاہر انتہائی کم اور حقیر بھی ہو تب بھی قبول کرنا چاہیے۔

(۲) کراع ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے،یعنی مدینہ سے کافی دور ہے،مطلب یہ ہے کہ دعوت کی جگہ دور بھی ہو دعوت ضرور قبول کرنا چاہیے۔فتح الباری(۹/۳۰۶)

(۵)عن نافع عن ابن عمرؓعن النبی ﷺقال:اذا دعی احدکم الی الدعوة فلیجب اوقال فلیأتهاقال:وکان ابن عمرؓیجیب صائماو مفطرا.

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت کی طرف بلایا جائے تو قبول کرے یا فرمایا کہ دعوت میں جائے،نافع

فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ دعوت قبول کرے خواہ آپ روزہ سے ہوتے یا بغیر روزہ کے۔مسند احمد(۲/۲۲۴)رقم الحدیث(۵۷۷)

(۶)عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترک.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)وابو داؤد(۲/۱۶۹)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(۷)عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذادعی احدکم فلیجب فان کان صائمًا فلیصل وان کان مفطرا فلیطعم.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)والسنن للبیھقی(۷/۲۶۳)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کرلے پھر اگر روزہ سے ہو تو دعاء کرلے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھالے۔

(۸)عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ایتوا الدعوۃ اذا دُعیتم

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو دعوت دی جائے تو دعوت میں آجایا کرو۔

جامع الترمذی(۱/۳۳۵)ابواب النکاح،باب ماجاء فی اجابة الداعی.

(۹)اجب اخاک فانک منه علی اثنتین:اماخیر فاحق ماشهدت به واماغیره فتنهاه عنه وتأمره بالخیر. کنزالعمال برمز طب عن یعلی بن مرة(۹/۱۱۳)کتاب الضیافة،الفصل الاول فی آداب الضیف،رقم الحدیث(۲۵۹۱۶)و(۲۵۹۲۱)

طبرانی اور تاریخ بن عساکر میں یعلی بن مرہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی دعوت قبول کرو کیونکہ وہ تمھارے ہاں دوقسم کا ہوسکتا ہے نیک یا بد،اگر نیک ہے تو وہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس کی دعوت میں حاضر ہو اور اگر برا ہے تو اس کو برائی سے روکو اور بھلائی کا حکم دو۔

(۱۰)عن انسؓ قال: کان رسول اللہ ﷺ یجیب دعوة المملوک ویعودالمریض ویرکب الحمار.مسندالامام الاعظم(ص۱۷۹)کتاب الفضائل۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی دعوت قبول فرماتے اور مریض کی بیمار پرسی کرتے اور گدھے کی سواری کرتے تھے۔

(۱۱)عن انس بن مالکؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یعودالمریض ویشهدالجنازة ویرکب الحمار ویجیب دعوة العبدالخ جامع الترمذی(۱/۲۲۳)ابواب الجنائز،باب آخر بعدباب ماجاء فی قتلی احدوذکر حمزة،وسنن ابن ماجة(ص۳۰۸)کتاب الزهد،باب البراء ة من الکبر والتواضع.

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مریض کی عیادت

کرتے اور جنازہ میں شرکت کرتے اور گدھے پر سواری کرتے اور غلام کی دعوت قبول کرتے۔

رسول ﷺ کا دعوت قبول کرنے کا معمول

(۱۲)عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال:ان کان الرجل من اهل العوالی لیدعوالنبی ﷺ نصف اللیل علی خبز الشعیر فیجیبه.لم یروه عن الاعمش الاابومسلم ولاعنه الاعمرو،تفردبة یحییٰ.

مجمع البحرین(۲ / ۱۹۱)کتاب الولیمة والعقیقة،باب الدعوة فی الولائم(۱۸۹۰)

وفی التعلیق: اسناده ضعیف، فیه: ا.احمد بن رشدین: مختلف فیه،ب.عمربن عثمان سعیدالجعفی:سکت عنه البخاری وابن ابی حاتم،وذکره ابن حبان فی الثقات.

انظر/التاریخ الکبیر(۶/۳۵۴)..........والجرح والتعدیل (۶/۲۴۹)لسان المیزان(۴/۳۷۱)والحدیث اخرجه الطبرانی رحمه الله فی الا وسط(۱/۸۷)الحدیث(۲۵۵)والصغیر(۱/۲۲)وانظرمجمع الزوائد(۴ / ۵۶).

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (مدینہ سے باہر)عوالی کے لوگوں میں سے کوئی عام آدمی آدھی رات کو جو کی روٹی کی دعوت دیتا تو بھی آپ ﷺ اسے قبول کرتے۔

دعوت ولیمہ قبول کرنے کی حکمتیں اور مصلحتیں

مذکورہ نصوص سے معلوم ہوا کہ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا اخلاقی فریضہ اور ایک حد تک ضروری ہے اور اس کی کئی حکمتیں ہیں مثلاً:

(۱) شرعی اور اخلاقی فریضہ یہ ہے کہ جب کسی کو کسی مصلحت کے تحت لوگوں کے اجتماعی مفاد کا حکم دیا جائے اور وہ اس کے پیش نظر لوگوں کے لئے اس کا اہتمام کرے تو لوگوں پر بھی لازم اور ضروری ہے کہ اس کی بات مانیں، جب یہاں نکاح کرنے والے کو ولیمہ کا حکم ہے اور اس نے اہتمام کرلیا ہے تو لوگوں پر اس کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے۔

اگر وہ شریک نہ ہوں یا اس کی دعوت ہی قبول نہ کریں تو داعی کا مقصد حاصل نہ ہوگا نیز اس کی سخت دل شکنی ہوگی لہذا دعوت قبول کرنا ضروری پھر اگر وہ روزہ سے ہو تو وہاں کھانا ضروری نہیں ہے، صرف شرکت کافی ہے، کیونکہ مقصود اشاعت تھا جو کہ حاصل ہو چکا ہے۔

(۲) کسی کی دعوت قبول کرنا بھی ایک قسم کی صلہ رحمی ہے، جس کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اسی سے معاشرت، سیاست مدنیہ اور سیاست قرویہ کا نظم ونسق مضبوط ہوتا ہے۔ حجة الله البالغة (۲/ ۱۳۰) مبحث فی صفة النکاح.

دعوت قبول کرنے کی شرائط

دعوت ولیمہ قبول کرنا سنت ہے البتہ اس کی کچھ شرائط ہیں، اگر وہ تمام شرائط موجود ہوں تو قبول کرنا سنت ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو قبول کرنا سنت

نہیں، گویا کہ کسی شرط کا نہ پایا جانا عذر ہے جس کی وجہ سے دعوت قبول کرنے سے معذرت کی جاسکتی ہے۔

(۱) داعی (دعوت دینے والا) مسلمان ہو۔اگر داعی مسلمان نہ ہو مثلاً عام کافر یا ذمی ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا مسنون نہیں، محض جائز ہے۔اس کی تفصیل آگے آیا چاہتی ہے۔

انظر:اعلاء السنن (۱۱/۱۵)والمغنی لابن قدامة(۵/۷)وشرح النووی علی صحیح المسلم(۱/۴۶۲)فتح الباری(۹/۱ ۳۰)

(۲) داعی آزاد ہو، غلام کی دعوت قبول کرنا سنت نہیں ہے، کیونکہ غلام کا اپنا مال نہیں ہوتا اور نہ وہ دعوت کرنے کا مجاز ہوتا ہے، ہاں اگر آقا کی اجازت سے، آقا کے مال سے کرتا ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا بھی سنت ہے۔

(۳) داعی عاقل ہو، اگر وہ مجنون اور پاگل ہو تو اس کی دعوت قبول نہیں کرنا چاہئے۔

(۴) داعی بالغ ہو، اگر نابالغ ہو تو اس کی دعوت نہیں قبول کرنا چاہئے، وہ شرعاً دعوت کرنے کا مجاز ہی نہیں ہے۔فتح الباری(۹/۱ ۳۰)

مدعو کا بالغ ہونا ضروری نہیں ہے، بچہ بھی دعوت قبول کرسکتا ہے۔

حاشیة الباجوری(۲/۱۷۸)

(۵) داعی کا مقصد سنت کی ادائیگی ہو، فخر ومباہات، ریاء کاری اور شہرت مقصود نہ ہو، اگر یہ چیزیں مقصود ہوں تو اس کی دعوت قبول کرنا سنت نہیں ہے، اس کی نیت کا تعلق دل سے ہے، حتمی طور پر کوئی بھی یہ فیصلہ نہیں کرسکتا کہ اس کا مقصود فخر

اورشہرت ہے البتہ اس کی کچھ ظاہری نشانیاں ہوتی ہیں،ان سے اندازہ لگایاجاسکتا ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

وامادعوة يقصدبهاقصدمذموم من التطاول وابتغاء المحمدة والشكروما اشبه ذلک فليس ينبغي اجابتها لاسيمااهل العلم لان فى الا جابة اذلال انفسهم فقدقيل:وماوضح احديده فى قصعة غيره الاذل.البناية(۱۴/ ۴۳۰) مکتبہ امدادیہ ملتان

جس دعوت سے شہرت وتفاخر کی مذموم حرکت اور تعریف اور شکر کی طلب وغیرہ ہو اس کا قبول کرنا مناسب نہیں،خاص طور پر اہل علم کے لئے کیونکہ اس کے قبول کرنے میں اپنے آپ کو ذلت میں ڈالنا ہے،کہا گیا ہے کہ جس نے اپنا ہاتھ دوسرے کے پیالے (برتن) میں ڈالا تو ذلیل ہوا۔

ردالمحتار(۶/ ۳۴۷) میں ہے:

واما دعوة يقصدبها التطاول اوانشاء الحمداوماالشبهه فلا ينبغى اجابتها لا سيمااهل العلم فقد قيل:ماوضع احديده فى قصعة غيره الاذل له الخ:

یعنی جس دعوت کا مقصد فخر ومقابلہ،تعریف وغیرہ ہو اس کو قبول کرنا مناسب نہیں۔خاص طور پر اہل علم کے لئے،ایک قول ہے کہ جو دوسرے کے برتن میں اپنا ہاتھ ڈالتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۶)داعی نے صرف اغنیاء اور مالداروں کو دعوت نہ دی ہو،اگر صرف ایسے

لوگوں کو دعوت دی ہے تو یہ شر الطعام ہے۔ایسی دعوت کو قبول کرنا ضروری نہیں۔

شرح النووی علی صحیح المسلم(۱/۴۶۲)

(۱)روی عن عبداللہ بن مسعودؓ قال:نهینا ان نجیب دعوۃ من یدعو الاغنیاء ویترک الفقراء.عمدۃ القاری(۱۴/۱۲۴)

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ جو شخص اغنیاء کو دعوت دے اور فقراء کو چھوڑے،ہم اس کی دعوت قبول کریں۔

(۲)وقال ابن حبیب:ومن فارق السنة فی ولیمة فلادعوة له ولا معصیة فی ترک اجابته.عمدۃ القاری(۱۴/۱۲۴)

ابن حبیبؒ کہتے ہیں کہ جس نے ولیمہ کرتے ہوئے سنت کو چھوڑ دیا تو اس کی دعوت کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی دعوت قبول نہ کرنا گناہ نہیں ہے۔

(۷)دعوت میں کوئی ایسا شخص نہ آرہا ہو جس کی وجہ سے اس مدعو(دعوت دیئے گئے آدمی)کو اذیت اور تکلیف ہو۔اذیت خواہ دنیاوی لحاظ سے ہو یا دینی لحاظ سے،دنیاوی اعتبار سے یہ ہے کہ اس کا دشمن ہے یا کسی وجہ سے اس سے اختلاف ہے اور دینی اعتبار سے یہ کہ مثلاً وہاں ایسا شخص آرہا ہے جو دیندار لوگوں کو بری نظر سے دیکھتا ہے۔اگر ایسا کوئی شخص آرہا ہو تو دعوت قبول کرنا سنت نہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نقل کرتے ہیں:

ویوخذ منه اباحة التخلف لمن یلحقه حطة بارتفاع آخر علیه من غیر موجب.اوجز المسالک(۹/۴۳۶)

یعنی اس سے یہ مسئلہ ماخوذ ہوا کہ اگر وہ دعوت میں حاضر ہو تو ہوسکتا ہے کہ

دوسرا شخص بلا وجہ اور بلا سبب اس پر اپنا تفوق ظاہر کریگا اور اس کی سبکی اور تنقیص ہو گی،تو اس کے لئے دعوت میں شریک نہ ہونا مباح ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

اویکون هناک من یتأذی بحضوره معه اولا تلیق به مجالسته اویدعوه لخوف شره.شرح المسلم(۱/۴۶۲)

یعنی وہاں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کی حاضری سے اسے اذیت پہنچتی ہو اور اس کے ساتھ اس کا بیٹھنا مناسب نہ ہو یا کسی کو اس کے شر کے خوف سے دعوت دی گئی ہو تو یہ عذر ہے۔

(۸)مقامِ دعوت بہت دور نہ ہو،اگر دعوتِ ولیمہ بہت دور ہے تو اس کا قبول کرنا ضروری نہیں ہے،دور اور قریب کی حد شریعت نے طے نہیں کی،بظاہر یہ مبتلی بہ شخص کی رائے پر موقوف ہے یعنی مدعوین جس کو دور سمجھیں وہ دور ہے۔

قال البغوی:ومن کان له عذراو کان الطریق بعیدًاتلحقه المشقة فلا بأس ان یتخلف.فقه السنة(۲/۲۱۲)دار الکتاب العربی،بیروت.

(۹)جہاں کھانا کھایا جائے وہاں کھانے والوں کی نگرانی نہ ہوتی ہو،شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مہمان اور مدعو کھانا کھا رہا ہو تو اسے اہتمام سے دیکھنا اور اس کے لقمے شمار کرنا بہت بری خصلت ہے،اگر کسی دعوتِ ولیمہ میں اس طرح کا معاملہ پیش آ رہا ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں۔

(۱۰)راستہ میں سخت کیچڑ اور گارا نہ ہو،اگر سخت کیچڑ اور گارا ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں،فقہاء کرام نے ”شدة الوحل“ کا لفظ لکھا ہے یعنی سخت کی قید

لگائی ہے، کیونکہ معمولی کیچڑ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱۱) سخت بارش اور آندھی نہ ہو، اگر سخت بارش یا آندھی ہو تو شرکت ضروری نہیں، مطلب یہ ہے کہ دعوت قبول کرلی اور شرکت کا وعدہ کر لیا تھا لیکن دعوت کھلائے جانے کے وقت سخت بارش یا آندھی آگئی تو یہ شرعی عذر ہے، اس کے لئے شریک نہ ہونا جائز ہے، بارش اور آندھی تب عذر ہے جبکہ دعوت کے وقت پائی جائے۔ قبولیت دعوت کے وقت بارش یا آندھی پائے جانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱۲) مال ومتاع، جانور اور مویشی کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو لہذا اگر دعوت میں شرکت کی صورت میں مال مویشی کے ضائع ہونے، گم ہونے یا چوری ہونے کا اندیشہ ہو تو دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۳) مدعو شخص بیمار نہ ہو، اگر وہ اس قدر بیمار ہے کہ دعوت میں شمولیت نہیں کرسکتا تو شمولیت ضروری نہیں ہے۔

(۱۴) مقام دعوت میں زیادہ رش، ہجوم، بھیڑ اور ازدحام نہ ہو، اگر رش زیادہ ہے تو قبول کرنا ضروری نہیں۔

(۱۵) جس مکان، کمرے اور شادی ہال وغیرہ میں دعوت ہے مدعوین وہاں بلا روک ٹوک جاسکتے ہوں، مکمل آزادی ہو، دروازے کھلے ہوں، اگر دروازے بند ہوں، جا کر کھلوانے پڑیں، یا وہاں تلاشی لی جاتی ہے یا اس طرح کی دوسری کوئی پابندی ہے تو دعوت قبول کرنا ضروری نہیں۔ اوجز المسالک (۴۳۶/۹)۔

(۱۶) دعوت ولیمہ کا کھانا حلال اور طیب ہو، اس میں شبہ بھی نہ ہو، اگر وہ حرام ہے یا اس میں کوئی شبہ ہے تو ایسی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۷) داعی کے خیال میں مدعو شریر ہے تو اس کے شر کے خوف سے دعوت نہ دی ہو، اگر اس کے شر کے خوف سے دعوت دی ہو تو اسے قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۸) مدعو کے جاہ، مقام اور مرتبہ کے لالچ اور طمع میں دعوت نہ دی ہو، اگر لالچ سے دعوت دی ہو تو قبول کرنا ضروری نہیں۔

(۱۹) مدعو شخص سے کسی باطل اور ناجائز کام پر تعاون حاصل کرنا مقصود نہ ہو، اگر یہ مقصود ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں۔

شرح المسلم للنووی (۱/ ۴۶۲)

(۲۰) مدعو شخص کسی بھی ایسے عذر میں مبتلا نہ ہو جس کی وجہ سے وہ دعوت میں حاضر نہ ہو سکتا ہو، علامہ ماوردیؒ نے اس کی حد یہ بیان کی ہے کہ ایسا عذر ہو کہ جس کی وجہ سے ترکِ جماعت کی اجازت ہوتی ہے۔ فتح الباری (۹/ ۳۰۱)

لیکن یہ حد بندی ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جن کے ہاں جماعت کی طرح دعوتِ ولیمہ بھی قبول کرنا واجب ہے، ہمارے ہاں چونکہ دعوت قبول کرنا واجب نہیں، سنت ہے، اس لئے اس سے کچھ کم درجے کا کوئی بھی ایسا عذر کافی ہے جس کی وجہ سے ترک سنت جائز ہو۔

(۲۱) مقام دعوت میں کسی بھی قسم کا خلاف شرع کام نہ ہوتا ہو، لہذا اگر وہاں کسی قسم کا منکر اور خلاف شرع کام پایا جاتا ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا درست ہی نہیں۔ تفصیل آگے آیا چاہتی ہے، مثلاً (۱) شراب پی جاتی ہو (۲) لہو ولعب، گانے، موسیقی اور ڈھول باجوں کی محفل سج رہی ہو (۳) ریشمی فرش ہو (۴) کسی جاندار کی

تصویر ہو(۵)سونے اور چاندی کے برتن ہوں وغیرہ۔

شرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲).

(۲۲)اگر مدعو شخص نے عذر پیش کردیا اور داعی نے عذر قبول کر لیا تو اب شرکت ضروری نہیں، یہ بھی عذر ہے (ایضاً)

فی مصنف عبدالرزاق(۱۰/۴۴۸)عن عطاء بن ابی رباح قال: دعی ابن عباسؓ الی طعا م وهو من امر السقاية شيئاًفقال للقوم: قوموا الی اخيكم واجيبوا اخاكم فاقرؤوا عليه السلام واخبروه انی مشغول،وكذافی السنن الكبری للبيهقی(۷/۲۶۴)۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی اس حال میں کہ وہ پانی کے کنویں پر کچھ کام کر رہے تھے تو انہوں نے لوگوں کو فرمایا کہ اپنے بھائی کی طرف کھڑے ہو جاؤ اور اپنے بھائی کی دعوت قبول کرو، پس اسے میری طرف سے سلام کہو اور اسے خبر دیدو کہ میں مشغول ہوں۔

(۲۳)دعوت کا پہلا یا دوسرا دن ہو، دو دن کے بعد مزید اگر دعوتِ ولیمہ دی جائے تو اس کا قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ مکروہ اور ممنوع ہے۔

علامہ طیبیؒ الکاشف عن حقائق السنن(۶/۲۹۸)میں لکھتے ہیں۔

وامامن جانب المدعوففی الاولیٰ يجب عليه الاجابة وفی الثانية مستحبة وفی الثالثة مكروهة بل هی محظورة.

یعنی مدعو کے لئے حکم یہ ہے کہ اس پر پہلے دن کی دعوت قبول کرنا ضروری

ہے، دوسرے دن کی سنت ہے اور تیسرے دن کی مکروہ بلکہ ممنوع ہے۔

(۲۴) دعوتِ ولیمہ عام ہو، خاص نہ ہو، اگر دعوتِ خاصہ ہو تو اسے قبول کرنا سنت نہیں، امام محمد رحمہ اللہ موطا امام محمد میں دعوت قبول کرنے کی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال محمد: وبھذا ناخذ ینبغی للرجل ان یجیب الدعوة العامة ولا یتخلف عنھا الا لعلة فاما الدعوة الخاصة فان شاء اجاب وان شاء لم یجب.

موطا امام محمد (ص ۳۷۸) باب فضل اجابة الدعوة.

یعنی آدمی کو دعوتِ عامہ قبول کرنا چاہئے، بغیر کسی علت کے اس سے پیچھے نہ رہے اور جہاں تک دعوتِ خاصہ کا تعلق ہے تو اگر چاہے تو قبول کرلے اور اگر چاہے تو قبول نہ کرے۔

دعوتِ ولیمہ عموماً عام ہی ہوتی ہے، خاص اس طرح بن سکتی ہے کہ مقصود کسی خاص شخصیت کو مدعو کرنا ہے، باقی لوگوں کو ضمناً دعوت دیدی، جس کی علامت یہ ہے کہ اگر داعی کو پتہ چل جائے کہ فلاں شخصیت کسی وجہ سے شرکت نہ کر سکے گی تو وہ دعوت ہی نہ کرے۔ **التعلیق الممجد تحتہ (ص ۳۷۸).**

(۲۵) مدعو کو کوئی ایسی حاجت اور کام درپیش نہ ہو جو دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی سنت کے درجہ یا اس سے بڑھ کر نہ ہو، اگر اس سے بڑھ کر اہم حاجت اور کام درپیش ہو تو دعوتِ ولیمہ قبول کرنا سنت نہیں رہتا، عدم شرکت کی اجازت ہے۔

التعلیق الممجد (ص ۳۷۸)

(۲۶) دعوتِ ولیمہ میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو، اگر اختلاط اور بے

پردگی ہوتوایسی دعوت قبول ہی نہیں کرنا چاہئے۔

(۲۷)دعوت قبول کرنااس وقت سنت ہے جبکہ داعی نے مدعو کو خصوصی دعوت دی ہو مثلاًاس کے پاس قاصد بھیجا،کارڈ بھیجایاخود ملاقات کی یا فون وغیرہ کے ذریعہ دعوت دی،اگر عمومی دعوت ہوتو قبول کرناضروری نہیں،کیونکہ اس میں داعی کی دل آزاری نہیں مثلاًداعی نے عمومی اعلان کردیا کہ اس علاقے کے لوگوں کوولیمہ کی دعوت ہے۔بذل المجهود(۳۴۴/۴)واعلاء السنن(۱۴/۱۱)

(۲۸)اگر مدعو کا کوئی قریبی رشتہ دار،زوج،زوجہ یا قریبی دوست بھوکا ہو اور وہ چاہے کہ وہ بھی دعوت میں شریک ہو جائے تو مدعواس کی شرکت کی شرط لگاسکتا ہے یعنی کہہ سکتا ہے کہ اس کو بھی اجازت ہو تو ہم آجائیں گے لیکن اگراس کو اجازت نہ ہوتو میں نہیں آ سکوں گا،کیونکہ مجھے یہ گوارہ نہیں کہ میں سیر ہو کر کھاؤں اور وہ بھوکا رہے۔اور داعی کااس کی شرط منظور کرناضروری نہیں،اگر منظور کر لے تو اچھی بات ہے خاص طور پر جبکہ گنجائش بھی ہو۔

(۱)فی مسنداحمد(۷۲/۶)عن ابی مسعودؓ ان رجلامن قومه يقال له:ابوشعيب صنع طعامافأرسل الى النبی ﷺ"ائتنی انت وخمسة معک"قال:فبعث اليه ان"ائذن لی فی السادس"

ابومسعودانصاریؓ سے روایت ہے کہ ان کی قوم کے ایک شخص ابوشعیبؓ نے کھاناتیار کیااور نبی علیہ السلام کوپیغام بھیجا کہ آپ اور آپ کے ساتھ پانچ افراد تشریف لے آئیں،نبی علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ مجھے چھٹے آدمی کی اجازت بھی دیدیں۔

(۲)عن انسؓ ان جاراً لرسول اللهﷺ فارسیاً کان طیّبَ المرق فصنع لرسول الله ﷺ ثم جاء یدعوه فقال وھذہ لعائشةؓ فقال لا.فقال رسول الله ﷺ لا،فعادیدعوه فقال رسول اللهﷺ وھذہ قال لا،قال رسول الله ﷺلا ثم عادیدعوه فقال رسول اللهﷺ وھذہ،قال نعم فی الثالثة فقامایتدافعان حتی اتیامنزله.صحیح المسلم(۱۷۶/۲)کتاب الاشربة،باب مایفعل الضیف الخ وسنن النسائی(۱۰۴/۲)کتاب النکاح،باب الطلاق بالاشارة المفھومة،ومسنداحمد(۲۴۸/۴)رقم الحدیث(۱۲۲۴۵)وسنن الدارمی(۱۴۳/۲)کتاب الاطعمة،باب فی الولیمة،رقم الحدیث(۲۰۶۷)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک فارسی پڑوسی تھا جو اچھا سالن پکانے کاماہر تھا،اس نے نبی علیہ السلام کے لئے کھانا تیار کیا پھر آ کر دعوت دی،تو نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے فرمایا کہ یہ بھی ؟(یعنی عائشہؓ کو بھی دعوت ہے؟)تواس نے کہا نہیں،تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پھر مجھے بھی دعوت قبول نہیں،وہ پھر آیااور دعوت دی، نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھاتواس نے کہانہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا میں بھی نہیں آ سکتا پھر دوبارہ آ کردعوت دی تو نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھاتواس نے تیسری بارکہاہاں۔تو آپ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ اس کے گھر پہنچ گئے۔

(۲۹)اس سے پہلے کسی اور نے دعوت نہ دی ہو،اگر اسی تاریخ کو کسی اور کاولیمہ ہے اوراس نے پہلے دعوت دی تھی اوراس نے قبول کرلی تھی تواس میں

شرکت کرنا عذر ہے لہذا دوسری دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

فقه السنة(۲/۲۱۲)

(۳۰) مدعو بھی مسلمان ہو، کیونکہ کافر اور ذمی پر مسلمان کی دعوت قبول کرنا سنت یا واجب نہیں ہے۔

(۳۱) داعی اجنبی عورت نہ ہو یا اگر اجنبی عورت ہے تو اس کے محارم بھی مدعو ہوں، اگر داعی اجنبی عورت ہے اور اس کا کوئی محرم شریک نہیں اور نہ ہی مدعو کا کوئی محرم شریک ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں خلوت بالاجنبیہ کا خطرہ ہے، اگرچہ بالفعل خلوت نہ ہو۔

(۳۲) مدعو آزاد شخص ہو، اگر وہ غلام ہے تو مولی کی اجازت ضروری ہے، اگر مولی نے اجازت دیدی تو دعوت قبول کرنا ضروری ہے ورنہ نہیں اور مکاتب میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کی شرکت سے مولیٰ کے بدلِ کتابت پر کوئی فرق نہ پڑتا ہو تو قبول کرنا ضروری ہے ورنہ نہیں۔

(۳۳) مدعو قاضی یا کوئی ولایت عامہ کا مالک نہ ہو، اگر قاضی یا والی ہے اور سمجھتا ہے کہ داعی کا مقصد تعلقات قائم کر کے مستقبل میں اپنے حق میں فیصلہ کرانا ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۳۴) مدعو ایسی عورت یا امرد نہ ہو کہ جس کی شرکت کرنے سے کسی قسم کے فتنہ وفساد کا خطرہ ہو۔

یہ پانچ شروط شافعیہ نے ذکر فرمائی ہیں وقواعدنالا تأباه.

حاشية الباجوری علی ابن قاسم الغزی(۲/۱۷۸) کتاب النکاح

ومایتعلق بہ،داراحیاء التراث العربی،بیروت

(۳۵)علامہ باجوریؒ نے ایک شرط یہ بیان فرمائی ہے کہ ولیمہ کے وقت دعوت دی جائے اور ولیمہ کا وقتِ عقد نکاح سے شروع ہوجاتا ہے ولکن قواعدنا تأباہ،خاص طور پر آج کل وقت سے پہلے دعوت دینا ہی بہتر ہے۔

چند جدید شروط واعذار

(۳۶/۱)دعوت ولیمہ کے موقعہ پر نیوتہ کی رسم نہ ہو،اگر نیوتہ کی رسم ہو تو ایسی دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے،نیوتہ لینے اور دینے کی نوبت آئے یا نہ آئے،نیوتہ کی رسم کا ہونا بذاتِ خود عدم قبولیت کا عذر ہے۔

(۳۷/۲)مجلسِ ولیمہ میں تصویر کشی نہ ہو،اگر تصویر کشی ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا ہی درست نہیں ہے۔

کتاب الفتاوی میں ہے:

گانا بجانا،ویڈیو گرافی،نیز فوٹو گرافی گناہ اور معصیت ہے اور جس دعوت میں معصیت کا ارتکاب ہو اس میں شرکت کرنا جائز نہیں۔

کتاب الفتاوی(۴/۴۱۴)زمزم پبلشرز کراچی

(۳۸/۳)آج کل شہروں میں دعوتِ ولیمہ کا انتظام عموماً شادی ہالوں میں ہوتا ہے اور اکثر وبیشتر کھانا کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے،اس زمانے کی ایسی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا اس وقت سنت ہوگا جب کہ وہاں بیٹھ کر سنت کے مطابق اکل وشرب کا انتظام ہو،خواہ کرسیوں پر بیٹھنا پڑے۔اگر بیٹھنے کا انتظام نہ ہو،کھڑے ہو کر کھانا پڑے تو اس صورت میں دعوت قبول کرنا سنت نہیں،لہذا قبول نہیں کرنا چاہئے۔

(۳۹/۴)دعوت رات دیر تک نہ چلتی ہو،جس دعوت میں رات دیر تک رہنا پڑے جیسا کہ آج کل کی دعوتیں ہوتی ہیں،وہاں جانا کوئی ضروری نہیں،جائز ہے،اتنی تاخیر ترکِ دعوت کا عذر ہے اور اگر رات دیر تک دعوت میں رہنے کی وجہ سے فجر کی نماز قضاء ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی دعوت میں جانا درست نہیں ہے۔

(۴۰/۵)دعوت کا جو وقت دیا گیا ہے اس وقت پر دی جائے یا اگر تاخیر ہو تو معمولی ہو،زیادہ تاخیر نہ ہو،اگر زیادہ تاخیر ہو جیسا کہ ان کل عموماً ہوتا ہے کہ مثلاً بارہ بجے کا وقت دیا ہے اور دو یا تین بجے دعوت دی جاتی ہے تو ایسی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں ہے،یہ ترکِ اجابت کا عذر ہے۔

ملاعلی قاریؒ کا فرمان

ملاعلی قاریؒ مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

ولایخفی ان فی هذاالزمان لایخلومن هذه الاعذاران لم تکن کلهاموجودة ولهذاقالت الصوفیة:حلت العزلة بل ینبغی ان یقال وجبت فان من اختارالعزلة اختارالعزلة.مرقاة المفاتیح (٦/ ٢٥٣)

یعنی اس زمانے میں مذکورہ اعذار اگر سارے موجود نہ ہوں تو کوئی نہ کوئی ایک ضرور موجود ہوتا ہے(اور شرط مفقود ہو جاتی ہے)اس لئے صوفیہ کہتے ہیں کہ دعوت سے علیحدہ ہونا درست اور حلال ہے بلکہ ضروری ہونا چاہئے کیونکہ جو اس سے علیحدہ ہو وہ حقیقی خلوت نشین ہے۔

علامہ شامیؒ کا فرمان

ردالمحتار (۴۷۸/۶) میں ہے۔

والامتناع اسلم فی زماننا الا اذا علم یقیناً ان لا بدعة ولا معصیة الخ یعنی اس زمانے میں سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ دعوت قبول کرنے سے احتراز کرے الا یہ کہ وہاں بدعت اور معصیت نہ ہونے کا یقین ہو جائے۔

آپ کے مسائل اوران کا حل (۱۶۴/۵) میں ہے:

آج کل جس انداز سے ولیمے کئے جاتے ہیں، ان میں فخر ومباہات اور نام ونمود کا پہلو غالب ہے، سنت کی حیثیت بہت ہی مغلوب نظر آتی ہے......اس لئے ایسے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا بھی مکروہ ہے، علاوہ ازیں آجکل ولیمہ کی دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، کھانا عموماً میز کرسی پر یا کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے اوراب تو ویڈیو فلمیں بنانے کا بھی رواج چل نکلا ہے، بعض جگہ گانے بجانے کا شغل بھی رہتا ہے، اس طرح کی اور بھی بہت سی قباحتیں پیدا ہو گئی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے ایسی دعوت میں جانا کسی طرح جائز نہیں۔

ایک سے زیادہ دعوتیں جمع ہو جائیں تو کس کو ترجیح دے؟

اگر دو یا دو سے زیادہ دعوتیں جمع ہو جائیں تو کس دعوت کو قبول کرنا چاہیئے؟ اس بارے یہ تفصیل ہے کہ۔

(۱) اگر دونوں میں شرکت ممکن ہو تو دونوں قبول کرنا چاہیئے مثلاً دونوں

دعوتیں قریب قریب جگہوں میں ہیں اور ایک میں شرکت کے بعد دوسری میں شریک ہوسکتا ہے تو دونوں میں شرکت کرلے، دونوں جگہ تھوڑا تھوڑا کھالے اور اگر نہ کھاسکے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ شرکت سے حق ادا ہو جا تا ہے کھانا ویسے بھی ضروری نہیں ہے۔

(۲) اگر دونوں میں شرکت ممکن نہ ہو تو جس داعی نے پہلے دعوت دی ہے اس کی دعوت قبول کرے اور دوسرے کو اصل حقیقت بتا کر معذرت کرلے، شرعاً یہ عذر ہے، پہلے داعی کی دعوت اس لئے قبول کرے کہ جس وقت اس نے دعوت دی تھی اس کا کوئی مزاحم موجود نہیں تھا لہذا اس کی دعوت قبول کرنا سنت ٹھہرا۔ اور جب دوسرے نے دعوت دی تو چونکہ پہلی دعوت کے ساتھ اس کو قبول کرنا ممکن نہیں لہذا اسے چھوڑ سکتا ہے۔

(۳) اگر دو یا دو سے زیادہ اشخاص نے بیک وقت دعوت دیدی تو ان میں سے جو اس کا پڑوسی ہے یا اس کے قریب رہتا ہے اس کا حق زیادہ ہے، اس کی دعوت کو قبول کرے اور باقی سے معذرت کرلے۔ اس کی دلیل آگے حدیث میں آتی ہے۔ اور اگر وہ پڑوسی ہونے میں بھی برابر ہوں تو ان میں سے جو رشتہ دار ہے یا دوسرے کی بنسبت رشتہ میں اس کے زیادہ قریب ہے، اس کی دعوت قبول کرے کیونکہ اس میں صلہ رحمی ہے اور اگر رشتہ میں بھی برابر ہوں تو ان میں سے جو زیادہ دیندار، پابندِ شریعت ہے اس کی دعوت قبول کرے اور اگر مذکورہ اوصاف کے ساتھ دینداری میں بھی برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے جس کا نام نکل آئے اس کی دعوت قبول کرے، کیونکہ ایسے موقعہ پر تعیین وترجیح کے لئے قرعہ اندازی درست ہے۔ المغنی لابن قدامه(۵/۷) کتاب الولیمة.

عن حمید بن عبدالرحمن الحمیری عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال:اذااجتمع الداعیان فاجب اقر بھمابابًافان اقربھمابابااقربھما جوارًاوان سبق احدھمافاجب الذی سبق.ابوداؤد(۲/ ۱۷۱)کتاب الا طعمة،باب اذا اجتمع داعیان ایھااحق والسنن الکبری للبیھقی مرفوعاً (۷/ ۲۵۷)کتاب الصداق،باب اجتماع الداعیین

ومسنداحمد(۹/ ۱۲۲)رقم الحدیث(۲۳۵۲۶)وکذا فی جمع الفوائد من جامع الا صول ومجمع الزوائدللمغربی(۲/ ۵۸۴)رقم الحدیث(۴۱۸۴)وقال فی اعذب المواردتحته:رواہ احمدایضاًوفی اسناہ ابوخالد یزید الدالانی وقد وثقه ابوحاتم وقال احمد وابن معین لا بأس به،وقال ابن حبان لا یجوزالا حتجاج به و قال ابن عدی فی حدیثه لین الاانه یکتب حدیثه،وقال ابن حجر:اسناد ھذاالحدیث ضعیف کذا فی النیل(۶/ ۱۹۲).

نبی علیہ السلام کے صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابیؓ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب دوداعی جمع ہو جائیں تو ان میں جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو اس کی دعوت قبول کرو کیونکہ جس کا دروازہ زیادہ قریب ہوتا ہے وہ قریبی پڑوسی ہوتا ہے اور اگر ان میں سے ایک پہلے دعوت دیدے تو سبقت کرنے والے کی دعوت قبول کرو۔

فائدہ:

ملاعلی قاریؒ مذکورہ حدیث سے استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویؤخذمنه ان الاسبق بسبق اخذالعلم الیق وبجواب الفتوی احق.
مرقاۃ المفاتیح (۲۵۵/۶)

یعنی اس حدیث سے یہ اصول بھی مستنبط ہوا کہ علم اورفتوی حاصل کرنے کے لئے جو سبقت کرتا ہے وہ حصول علم اورفتوی کے جواب کا زیادہ مستحق اورلائق ہے۔

پہلے دعوت اور قبولیت ضروری نہیں

شرعاً یہ ضروری نہیں ہے کہ کھانے کے وقت سے پہلے پہلے دعوت دی جائے اور مدعو اسے قبول کرلے تو کھانا تیارکیا جائے، بلکہ کھانا تیار کرنے کے بعد بھی دعوت دی جاسکتی ہے،اگر شرعی عذر نہ ہوتو اس کو قبول کرنا بھی ضروری ہے البتہ اگر کوئی عذر ہوتو قبول کرنا ضروری نہیں ہے، حضرت ابو شعیبؓ نے نبی علیہ السلام کی دعوت کی تھی،اس حدیث میں ہے:

فصنع طعاماًثم ارسل یعنی انہوں نے کھانا تیارکیا پھر پیغام بھیجا۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی املائی تقریر''الکوکب الدری علی جامع الترمذی''(۳۲۸/۱) میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

فعلم ان تقدیم القبول لیس بواجب

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ پہلے سے قبول کرنا واجب نہیں ہے۔

لیکن واضح رہے کہ پہلے دعوت دینا کوئی واجب نہیں ہے،ورنہ اصل طریقہ یہی ہے کہ پہلے دعوت دی جائے، جب وہ قبول کرلے تو دعوت تیار کرے، خاص طور پر اس زمانے میں انتظاماً پہلے دعوت دینا ضروری ہے، یہی عرف ہے ورنہ مدعو کو سخت

ناگواری ہوتی ہے۔

فاسق کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کا حکم

اگر دعوتِ ولیمہ کرنے والا فاسق وفاجر ہوتو اس کی دعوت قبول کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا دعوتِ ولیمہ کی شرائط میں داعی کا عادل ہونا بھی شامل ہے اور کیا اس کا فاسق ہونا دعوت قبول نہ کرنے کا شرعی عذر ہے؟اس بارے صحیح یہ ہے کہ اگر ایسا فاسق ہے کہ اس کا مال حرام ہے یعنی ناجائز اور حرام مال حاصل کرنے کی وجہ سے فاسق بنا ہے تو بالا تفاق اس کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا سنت یا ضروری نہیں ہے،ایسا فسق ترکِ دعوت کا عذر ہے اور اس کی وضاحت اعذار وشروط کے بیان میں آچکی ہے اور اگر عام فسق کا مرتکب ہے اور اس کا مال حلال ہے تو صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دعوت قبول کرنا بھی سنت ہے،محض ایسا فسق عذر نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا داعی مسلمان کا دوسروں پر حق ہے،جس طرح دوسرے دنیاوی حقوق فسق کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے یہ بھی ساقط نہ ہونا چاہئے،مثلاً دعوت قبول کرنے کی تاکید کے بارے دوسری قسم کی احادیث میں سے پہلی حدیث میں کئی حقوق کا بیان آیا ہے،مثلاً نمازِ جنازہ پڑھنا،جنازہ کے ساتھ جانا،اس کے سلام کا جواب دینا،چھینک کا جواب دینا وغیرہ۔

لیکن بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی کا فسق بھی ترکِ دعوت کا عذر ہے۔

عن عمران بن حصینؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن اجابۃ طعام الفاسقین(مشکوۃ المصابیح۲/۲۷۹)وقال رواہ البیھقی فی شعب الایمان وکذا فی مجمع البحرین فی زوائد المجمعین(۲/۱۹۳)رقم الحدیث(۱۸۹۵)کتاب الولیمۃ والعقیقۃ وقال:لا یروی عن عمران الا بھذاالا سناد،تفردبہ عبدالرحیم،وقال فی التعلیق:اسناد ضعیف،فیہ.

ا.ایوب بن ابی ھند: ضعیف،انظر/لسان المیزان(۱/۴۹۱).ب. ابومروان الواسطی ھویحی بن ابی زکریا الفسانی: ضعیف والحدیث اخرجہ الطبرانی فی الا وسط(۱/۱۴۰)الحدیث(۴۴۱)والکبیر(۸/۳۷۶)الحدیث(۳۷۶)انظرمجمع الزوائد(۴/۵۷)

وانظرایضاً:شعب الایمان للامام البیھقیؒ(۵/۲۶۸)رقم الحدیث(۵۸۰۳) باب فی المطاعم والمشارب،دارالفکربیروت.

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فاسقوں کے طعام کے قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں اگر فاسقین سے مال حرام کے مالکین مراد ہوں تو حکم واضح ہے کہ یہ عذر ہے اور اگرعام فسق مراد ہو جیسا کہ مرقاۃ المفاتیح میں الفاسقین مطلقاً کی تصریح ہے تو بھی فسق عذر بنتا ہے کیونکہ شروح مشکوۃ طیبی(۶/۳۰۰)اور مرقاۃ(۶/۲۵۶)میں اس کے دو محمل بیان فرمائے ہیں۔

(۱)یہ حدیث احتیاط پر محمول ہے۔

(۲)فاسق کے لئے زجر وتنبیہ پر۔

دونوں مطالب کے مطابق ایسا فسق بھی عذر ہے۔

چنانچہ عزیز الفتاوی میں بھی ایسے فسق کو عذر قرار دیا گیا ہے، ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگربوجه فاسق بودن داعی از اجابت احترازکند گنجائش است بوجه زجروتنبیه(عزیز الفتاوی ص۴۷۲)

حاصل یہ کہ داعی کا مطلقاً فسق بھی ترکِ اجابت کا عذر ہے یعنی اس کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا جائز ہے، رد کرنا ضروری نہیں ہے، اگر کسی نے فسق کی وجہ سے دعوت قبول نہ کی تو وہ تارکِ سنت شمار نہ ہوگا۔

ذمی کافر اور حربی کی دعوتِ ولیمہ کا حکم

حربی کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا جائز نہیں ہے البتہ ذمی اور عام کافر کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا جائز ہے، سنت نہیں ہے جیسا کہ اعذار وشرائط کے بیان میں آچکا ہے۔

ماخذہ: اعلاء السنن(۱۱/۱۵)المغنی لا بن قدامه(۷/۵)وشرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲)

☆ ذمی کی دعوت قبول کرنا واجب یا سنت نہیں ہے، ابن قدامہؒ نے اس کی تین وجوہ بیان فرمائی ہیں جن سے ذمی اور مسلمان کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔

(۱) مسلمان کی دعوت قبول کرنا اس لئے واجب یا سنت ہے کہ اس میں مسلمان کا اکرام ہے۔

(۲) مسلمان کے ساتھ موالات، محبت ومودت اور بھائی چارے کی سخت تاکید ہے جبکہ ذمی کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

(۳)ذمی کے کھانے میں حرام اور نجاست کے اختلاط کا امکان زیادہ ہے المغنی(۵/۷)۔

☆ ذمی اور عام کافر کی دعوت قبول کرنے کی بھی چند شرائط ہیں مثلاً۔

(۱)وہ اپنے گھر یا شادی ہال وغیرہ میں دعوت دے،اپنے گرجے اور عبادت کے لئے مخصوص مقامات میں دعوت نہ کھلائے،کیونکہ مسلمان کے لئے ان کے گرجوں وغیرہ میں داخلہ ممنوع ہے۔

(۲)دعوت کھلا کر مسلمانوں پر تفوق اور تعلّی ظاہر نہ کرے۔

روایات

(۱)روی انسؓ ان یهودیادعاالنبی ﷺ الی خبز شعیرواهالة سنخة فاجابه،ذکره الامام احمد فی"الزهد".

اعلاء السنن(۱۱/۱۵)والمغنی لابن قدامة(۷/۵).

امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الزہد میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی نے نبی علیہ السلام کو جو کی روٹی اور پرانے،گلے سڑے زیتون (سالن،چربی) کی دعوت دی تو نبی علیہ السلام نے قبول فرمائی۔

اس حدیث سے دو امور معلوم ہوئے۔

(۱)غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا جائز ہے۔

(۲)معمولی دعوت بھی قبول کرنا چاہئے۔

(۲)عن نافع عن اسلم مولی عمرؓ قال:لماقدمنا مع عمربن الخطابؓ الشام اتاه الدهقان قال:یاامیرالمومنین انی قدصنعت لک

طعاماًفاحب ان تاتینی باشرافِ من معک،فانہ اقوی لی فی عملی واشرف لی قال:انالا نستطیع ان ندخل کنائسکم ھذہ مع الصوراللتی فیھا. الادب المفرد للبخاری(ص ۳۳۳)باب دعوۃالذمی،وقال مخرجہ:ضعیف/فیہ عنعنۃابن اسحاق وھومدلس.

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلمؒ سے روایت ہے کہ جب ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ ملک شام آئے تو آپ کے پاس ایک دہقان آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے،میری خواہش ہے کہ آپ اپنے اشراف سمیت شریک ہوں کیونکہ یہ میرے لئے میرے کام میں قوت کا ذریعہ اورمیرے لئے باعثِ شرف ہے،حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں تمہارے ان کنیسوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں جن میں تصاویر آویزاں ہیں۔

(۳)فی السنن الکبری للبیھقی(۷ /۲٦۸)کتاب الصداق،باب المدعو یری فی الموضع الذی یدعی فیہ صوراًمنصوبۃ ذات ارواح فلایدخل.عن نافع عن اسلم مولیٰ عمران عمربن الخطابؓ حین قدم الشام فصنع لہ رجل من النصاری طعاماًفقال لعمرؓ:احب ان تجیٔنی وتکرمنی انت واصحابک وھورجل من عظماء الشام فقال لہ عمرؓ:انالاندخل کنائسکم من اجل الصور اللتی فیھا یعنی التماثیل.

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلمؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام آئے تونصاری میں سے ایک شخص نے آپ کی دعوت کی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اور آپ کے ساتھی میرے ہاں آ کر مجھے عزت بخشیں،وہ شخص شام کے

سرداروں میں سے تھا، حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا کہ ہم تمہارے کنیسوں میں داخل نہیں ہوسکتے کیونکہ ان میں تصویریں اور مورتیاں ہیں۔

☆اس روایت سے معلوم ہوا کہ ذمی کی دعوت قبول کرنا اصلاً جائز ہے البتہ ان کے گرجوں اور کنسیاؤں میں داخلہ ممنوع ہے خاص طور پر جبکہ ان میں تصاویر بھی لگی ہوں۔

روزہ دار ہونا عذر نہیں

روزہ دار ہونا دعوتِ ولیمہ ترک کرنے کا شرعی عذر نہیں ہے، لہذا اگر کسی نے دعوتِ ولیمہ محض اس وجہ سے قبول نہ کی کہ اس نے روزہ رکھا ہے تو وہ سنت کا تارک شمار ہوگا اور اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مدعو روزہ سے ہو تو داعی کو بتا دے کہ میں روزہ سے ہوں لہذا میری معذرت قبول فرمائیں، اگر وہ معذرت قبول کرلے تو درست ہے، عذر متحقق ہوگیا، اب اس پر شرکت ضروری نہیں ہے۔ اور اگر وہ معذرت قبول نہ کرے، شرکت پر مصر ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا اور ولیمہ میں شرکت کرنا بدستور سنت ہے لہذا شرکت کرے۔ محض شرکت کے بھی فوائد ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے پھر اس پر اتفاق ہے کہ روزہ دار پر دعوتِ ولیمہ کا کھانا کھانا ضروری نہیں ہے، پھر کھانے سے بچنا ضروری ہے یا کھانے کی اجازت ہے؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر فرض یا واجب روزہ رکھا ہو تو دعوتِ ولیمہ کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ دعوت فرض وواجب کے چھوڑنے کا ہرگز عذر نہیں ہے اور اگر نفلی روزہ ہو اور داعی کو اس کا نہ کھانا ناگوار نہ گزرے تو یہ عذر نہیں، لہذا روزہ نہ توڑے اور اگر داعی کو اس کا نہ کھانا ناگوار گزرے تو یہ عذر ہے، ایسی صورت میں روزہ توڑ دے بشرطیکہ اس کو اپنے آپ پر

بھروسہ ہو کہ بعد میں قضاء کر لے گا،اوراگر بعد میں قضاء کرنے کا اعتماد نہ ہوتو توڑنا درست نہیں ہے۔

ردالمحتار(۲/۴۲۹) کتاب الصوم،ایچ ایم سعیدوشرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲).

ہمارے ہاں نفل روزہ افطار کرنا کسی صورت میں افضل نہیں ہے،صرف جائز ہے۔اور جب کھانانہ کھائے تو سب کو بتا دے کہ میں روزہ سے ہوں تاکہ لوگ اسے معذور سمجھیں۔

ایک اور وجہ

پہلے زمانہ میں وقت مقررہ پر دعوت دینے کارواج تھا یعنی جب دعوت تیار ہوتی تو لوگوں کو بلالیا جاتا تھا، پہلے سے دعوت نہ ہوتی تھی،اس کے باوجودروزہ کو ترکِ دعوت کا عذر نہیں قرار دیا گیا،اب مقررہ تاریخ سے کافی پہلے دعوت نامے تقسیم ہوجاتے ہیں اورولیمہ کے دن کی تعیین ہوجاتی ہے لہذااس کے باوجوددعوت کے دن روزہ سے ہونا کسی طرح سے عذر نہیں بن سکتا بلکہ اس دن روزہ رکھنا خواہ نفل ہو یا قضاء خلاف مروت ہے۔

(۱)عن ابی ہریرہؓقال قال رسول اللہ ﷺاذادعی احدکم فلیجب فان کان صائمافلیصل وان کان مفطرا فلیطعم.

صحیح المسلم(۱/۴۶۲)

حضرت ابو ہریرہؓفرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے تو قبول کرلے پھر اگر روزہ دار ہوتو دعا کرے اور

اگر روزہ دار نہ ہو تو تناول فرمائے۔

☆اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار ہونا عذر نہیں، اگر عذر ہوتا تو نبی علیہ السلام دعوت قبول کرنے کا حکم اور اس کے بعد محض دعا کا امر نہ فرماتے۔

(۲)عن نافع قال سمعت عبداللّٰہ بن عمرؓ یقول:قال رسول اللّٰہ ﷺ اجیبوا ھذہ الدعوۃ اذادعیتم لھاقال وکان عبداللّٰہ یأتی الدعوۃ فی العرس وغیرالعرس ویأتیھاوھوصائم.

ایضاً(۱/۴۶۲)وصحیح البخاری(۲/۷۷۷)

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو اس دعوت (ولیمہ) کی طرف بلایا جائے تو قبول کرو، حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ ولیمہ اور غیر ولیمہ سب دعوتوں میں آتے اس حال میں کہ آپ روزہ سے ہوتے۔

امام نوویؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فیہ ان الصوم لیس بعذرفی الاجابۃ.شرح المسلم(۱/۴۶۲)

یعنی اس روایت سے معلوم ہوا کہ روزہ ترکِ اجابت کے لئے شرعی عذر نہیں ہے۔

حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

ویؤخذمن فعل ابن عمرؓان الصوم لیس عذرافی ترک الاجابۃ ولاسیما مع ورودالامر للصائم بالحضوروالدعاء.فتح الباری(۹/۳۰۸)

ابن عمرؓ کے عمل سے ماخوذ ہوتا ہے کہ روزہ ترک دعوت کا عذر نہیں، خاص

طور پر جب کہ حدیث میں روزہ دار کو حاضر ہو کر دعا کرنے کا حکم بھی آیا ہے۔

(۳)عن نافع عن ابن عمرؓ انه كان اذا دعی الی ولیمة عرس اجاب صائماكان اومفطرافان كان صائمادعاوبرک وان كان مفطرااكل.

السنن الکبری للبیهقی(۷/۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جب شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جاتی تو آپ قبول فرماتے پھر اگر روزہ دار ہوتے تو برکت کی دعا کرتے اور اگر روزہ دار نہ ہوتے تو کھانا کھاتے۔

(۴)عن محمدبن سیرین ان اباه دعا نفرامن اصحاب النبی ﷺفاتوه فیهم ابی بن کعبؓ احسبه قال فبارک وانصرف،قال الشیخ: وقدروینافیماتقدم انه كان صائمافصلی،یقول:دعابالبرکة ثم خرج.

ایضاً(۷/۲۶۳)

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ان کے والد سیرینؒ نے نبی علیہ السلام کے کچھ صحابہ کو دعوت دی، آنے والوں میں ابی بن کعبؓ بھی تھے چونکہ وہ روزہ سے تھے اس لئے برکت کی دعا کر کے چلے گئے۔

(۵)عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من دعی الی طعام وهو صائم فليجب فان شاء طعم وان شاء ترک.

سنن ابن ماجة(ص ۱۲۵)کتاب الصوم،باب من دعی الی طعام وهوصائم.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کو کھانے کی

دعوت دی جائے،اس حال میں کہ وہ روزہ دارہو تو قبول کرلے پھر اگر چاہے تو کھائے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(٦)عن ابی ھریرۃؓ یبلغ به النبی ﷺ اذادعی احدکم الی طعام وھو صائم فلیقل انی صائم.

مسنداحمد(٣/٣٥)رقم الحدیث(٧٣٠٨)سنن ابن ماجة (ص١٢٥)کتاب الصوم،باب من دعی الی طعام وھو صائم.صحیح المسلم(١/٣٦٣)کتاب الصوم،باب ندب الصیام اذادعی الخ وابو داؤد(١/٣٥٥)کتاب الصیام،باب فی الصائم یدعی الی ولیمة،وجمع الفوائد(٢/٥٨٣)

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی دعوت دی جائے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس حدیث میں ''فلیقل انی صائم'' کے الفاظ ہیں اور گزشتہ احادیث میں مطلق قبول کرنے کا حکم ہے،ملا علی قاریؒ مرقاۃ المفاتیح میں دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والجمع بین الحدیثین انه یعتذراولاًفان ابی فلیحضرولیدع له بالبرکة(٦/٢٥٣)

یعنی پہلے تو عذر پیش کردے کہ میں روزہ دار ہوں،اگر وہ معذرت قبول کرے تو بہتر ہے اور اگر قبول نہ کرے تو دعوت میں حاضر ہوجائے اور اس کے لئے

برکت کی دعا کردے۔

(٦)وقداخرج الطیالسی والطبرانی فی الاوسط عن ابی سعیدؓقال دعارجل الی طعام فقال رجل انی صائم فقال النبیﷺدعا کم اخوکم وتکلفِ لکم افطروصُم یوماًمکانه ان شئت،فی اسناده راوضعیف لکنه توبع.فتح الملهم(٣/٥٠٠)

مسندابوداؤد طیالسی اور المعجم الاوسط للطبرانی میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے کھانے کی دعوت دی توایک شخص نے کہامیں روزہ دار ہوں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے تمہیں دعوت دی اورتمہارے لئے تکلف کیا ہے لہذا اگرچاہوتوروزہ افطارکرلواوراس کی جگہ ایک دن روزہ رکھ لو۔

شرکت کافی ہے کھانا ضروری نہیں

مسئلہ یہ ہے کہ جب دعوت قبول کر کے شرکت کرلی توداعی کاحق اجابت ادا ہوگیا،وہاں کھاناضروری نہیں ہے،خواہ روزہ سے نہ ہو کیونکہ کھانے کامدار اپنی طبیعت پر ہے،بعض اوقات کھانے کو دل نہیں چاہتا یا پرہیز ہوتا ہے اور اگر داعی اصرار کرے تو کچھ کھالے،اتنا ہی کافی ہے۔احادیث وآثار سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ محض شرکت کافی ہے،کھانا ضروری نہیں۔

(١)عن جابرؓقال قال رسول اللهﷺاذادعی احدکم الی طعام فلیجب فان شاء طعم وان شاء ترک.

صحیح المسلم(١/٤٦٢)باب الامرباجابة الداعی الی دعوة.

حضرت جابرؓفرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایاجب تم میں سے

کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر اگر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(۲)عن ابن عمرؓقال قال رسول اللہ ﷺ: اذا دعی احدکم الی الولیمة فلیجب،قال ابومحمد:ینبغی ان یجیب ولیس الاکل علیه بواجب.سنن الدارمی(۱۹۲/۲)باب فی اجابة الولیمة.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو قبول کرے۔ابو محمد(امام دارمیؒ) فرماتے ہیں کہ قبول کرنا واجب ہے،اس پر کھانا واجب نہیں ہے۔

تعارض اوراس کا جواب

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ کھانا ضروری نہیں بالخصوص حدیث جابرؓ میں اس کی تصریح ہے لیکن دوسری احادیث میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ اگر مدعو روزہ دار نہ ہو تو کھانا کھائے۔

عن ابی ھریرةؓقال قال رسول اللہ ﷺاذادعی احدکم فلیجب فان کان صائمافلیصل وان کان مضطرافلیأکل.

صحیح المسلم(۱ /۴۶۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے تو قبول کرے پس اگر وہ روزہ دار ہو تو دعا کرے اور اگر مفطر ہو(روزہ دار نہ ہو) تو کھانا کھالے۔

اس حدیث میں کھانا کھانے کا حکم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض حضرات کے ہاں شرکت کے بعد کھانا کھانا بھی واجب ہے،ان حضرات نے اس روایت سے استدلال کیا ہے اور پہلی قسم کی روایات کو صائم (روزہ دار) پر محمول کیا ہے۔جبکہ صحیح یہ ہے کہ کھاناواجب نہیں ہے،اور دوسری قسم کی روایات کا جواب یہ ہے کہ ان میں امر استحباب کے لئے ہے،وجوب کے لئے نہیں۔پھر جن حضرات کے ہاں کھاناواجب ہے یاجن حضرات کے ہاں واجب نہیں لیکن داعی کھانے پر اصرار کرے اور نہ کھانے کی صورت میں ناراض ہوتا ہوتومدعو کاایک لقمہ بھی کھالینا کافی ہے،اس سے زیادہ کھاناضروری نہیں ہے،اس کی تین وجوہ ہیں۔

(۱)بعض اوقات آدمی کی طبیعت کھانے کی طرف مائل نہیں ہوتی،لہذا اسے مجبورنہیں کیاجاسکتا۔

(۲)ایک لقمہ کھانے والابھی شرعاًاورعرفاً آکل یعنی کھانے والا شمار ہوتاہے چنانچہ اگرکسی نے قسم اٹھائی کہ میں کھانانہیں کھاؤں گا پھرایک لقمہ کھالے توحانث ہوجاتاہے۔

(۳)بعض اوقات داعی کاخیال ہوتاہے کہ مدعوشایداس لئےنہیں کھارہاکہ اس کوکھانے کے بارے شبہ ہے،جب ایک لقمہ کھالےتویہ شبہ زائل ہوجائیگا۔

شرح المسلم للنووی (۴۶۲/۱)

فلیُصَلِّ کا معنیٰ

اگرمدعوروزہ دارہےیاویسےکھانانہ کھاناچاہےتوگزشتہ احادیث نیز دوسری روایات میں اس کوکہاگیاہے فلیصل یعنی اس کوصلوۃ کا حکم ہے،اس کے معنیٰ میں

دوقول ہیں۔

(۱) جمہور کے ہاں اس کا معنی داعی کے لئے مغفرت اور برکت کی دعا کرنا ہے کیونکہ صلوۃ کا اصل معنیٰ دعا ہی ہے،قرآن کریم میں ہے:

خذمن اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بهاوصل عليهم. (التوبة ۹ :۱۰۳)اس میں ''صَلِّ'' سے یہی لغوی معنیٰ مراد ہے۔

(۲) بعض کے ہاں ''فليصل'' سے نماز مراد ہے یعنی وہاں نفل نماز پڑھ لے تاکہ اس کو نماز کا ثواب اور فضیلت مل جائے اور داعی اور دوسرے حاضرین کو برکت نصیب ہوجائے۔شرح المسلم للنووی(۱/۴۶۲)وفتح الباری(۹/۳۰۷)

شرکتِ محضہ کے فوائد

اگرداعی روزہ دار کاعذر قبول نہ کرے توروزہ داردعوت ولیمہ میں شرکت کریگا،خواہ کھانا نہ کھائے،اس شرکت میں بھی بہت سے فوائد ہیں،اس لئے شریعت نے اس کا حکم دیا ہے،چند فوائد یہ ہیں۔

(۱) **يدعوله بالبركة.** وہاں جاکر برکت کی دعا کرے،چنانچہ حضرت مغیرہؓ کے غلام نے حضرت عثمانؓ کو دعوت دی،آپ نے روزہ ہونے کے باوجودقبول فرمائی اورفرمایا: **انی صائم ولكننی احببت ان اجيب الداعی فادعوبالبركة۔**

المغنی(۷/۵)

یعنی میں روزہ سے ہوں لیکن میں چاہتا تھا کہ داعی کی دعوت قبول کروں اوراس کے لئے برکت کی دعا کروں۔

(۲) روزے کا ہر شخص کو علم نہیں ہوسکتا،اس لئے حاضر نہ ہونے میں داعی کو

تشویش ہوسکتی ہے کہ شاید روزہ نہ رکھا ہو، ویسے بہانہ بنایا ہو۔ اگر حاضر ہو جائے اور کھانا نہ کھائے تو یہ خیال ختم ہو جائے گا۔

(۳)التجمل به یعنی داعی اس سے لطف و مہربانی کی باتیں کر کے مستفید ہوسکتا ہے۔

(۴)الانتفاع باشارته یعنی اس کا کوئی نہ کوئی مشورہ کام آسکتا ہے۔

(۵)الصیانة عمالایحصل له الصیانةلولم یحضر یعنی شاید داعی اس کے حاضر ہونے کی صورت میں کسی ناگوار بات سے بچ جائے جو اس کے حاضر نہ ہونے کی صورت میں پیش آسکتی ہے۔

(۶)دوسرے مدعوین اس کی صحبت سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

فتح الباری(۳۰۸/۹)شرح المسلم للنووی(۴۶۲/۱)

(۷)فیه ادخال السرور فی قلب المؤمن.

اوجز المسالک(۴۳۶/۹)

یعنی اس سے مسلمان کا دل خوش ہوتا ہے۔

(۸)داعی کی دعوت کا مجمع زیادہ ہوگا اور اس طرح اس کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

(۹)مختلف دوست احباب اور دوسرے لوگوں سے ملاقات ہوگی۔

(۱۰)لوگوں کے حالات سے واقفیت حاصل ہوگی مثلاً اگر کوئی حاجت مند ہے تو اس کی حاجت روائی کا احساس پیدا ہوگا۔

(۱۱)بیمار کی بیمار پرسی ہوسکتی ہے۔

سب سے برا کھانا

سب سے برا کھاناوہ ولیمہ ہے جس میں اغنیاء کو دعوت دی جائے اور فقراء کو نہ دی جائے،احادیث وروایات میں اس کی سخت مذمت آئی ہے۔

(۱)عن ابی ھریرۃؓ انه کان یقول:شرالطعام طعام الولیمة یدعی لھاالاغنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللّٰہ ورسوله.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ کھانوں میں سب سے برا کھانااس ولیمہ کا کھانا ہے کہ جس کی طرف اغنیاء کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت چھوڑ دی (قبول نہ کی) تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

رواہ البخاری فی صحیحه(۲/۷۷۸)کتاب النکاح،باب من ترک الدعوۃ الخ موقوفاً.

والامام مسلم رحمه الله فی صحیحه(۱/۴۶۲)بالاسانیدالاربعة موقوفاًومرفوعاً.

وابوداؤدفی السنن(۲/۱۶۹)موقوفاً

وابن ماجة فی سننه(ص۱۳۷)موقوفاً

ومالک فی موطاہ(ص۱۹۸)محمدفی موطاہ(۳۷۶)والبیھقی فی السنن الکبری له(۷/۲۶۱)موقوفاًعلی ابی ھریرۃؓ ومرفوعاً.

والامام الدارمی رحمه الله فی السنن له(۲/۱۴۳)کتاب الاطعمة،باب فی الولیمة،رقم الحدیث(۱۰۶۶)موقوفاً .

(۲)عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال:شرالطعام طعام الولیمة

يمنعهامن يأتيهاويدعى لهامن يأباهاومن لم يجب الدعوة فقدعصى الله عزوجل ورسوله.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایاکھانوں میں بدترکھاناولیمہ کاوہ کھاناہے جواس کی طرف آئے تواس کوروکاجائے اورجواس سے انکارکرے تواس کواس کی دعوت دی جائے اورجوشخص دعوت قبول نہ کرے تواس نے بلاشبہ اللہ تعالی اوراس کے رسول کی نافرمانی کی۔

رواه مسلم في صحيحه(۱/۴۶۳)مرفوعاًوكذاالبيهقى فى السنن الكبرى له(۷/۲۶۱،۲۶۲)

امام نوویؒ شرح مسلم(۱/۴۶۲)میں لکھتے ہیں:

ذكره مسلم موقوفاًعلى ابى هريرة ومرفوعاًالى رسول الله ﷺوقد سبق ان الحديث اذا روى موقوفا ومرفوعاًحكم برفعه على المذهب الصحيح لانهازيادة ثقة ومعنى هذاالحديث الاخباربمايقع من الناس بعده ﷺمن مراعاة الاغنياء فى الولائم ونحوهاوتخصيصهم بالدعوة وايثارهِم بطيب الطعام ورفع مجالسهم وتقد يمهم وغيرذلك مماهوالغالب فى الولائم،وكذافى فتح الملهم(۳/۵۰۰)

یعنی یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے لیکن اصول یہ ہے کہ جب حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہوتواس پر صحیح مذہب کے مطابق مرفوع ہونے کا حکم لگتا ہے کیونکہ یہ ثقہ کی زیادتی ہوتی ہے اوراس حدیث میں نبی علیہ السلام نے اپنے بعد کے لوگوں کے بارے خبر دی ہے کہ وہ ولیمہ وغیرہ

دعوتوں میں اغنیاء کی رعایت کریں گے اور ان کو خصوصی طور پر دعوت دیں گے اور ان کو اچھے کھانوں، بلند نشستگاہوں اور مقدم کرنے میں غریبوں پر ترجیح دیں گے۔

(۳)عن ابن عباسؓ بئس الطعام طعام الوليمة يدعى اليه الشبعان ويحبس عنه الجيعان.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب سے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے کہ جس کی طرف سیر لوگوں کو بلایا جائے اور بھوکوں (حاجت مندوں) کو اس سے روکا جائے۔

رواه الامام الطبرانی،عمدة القاری(۱۴/ ۱۳۴)وفتح الباری (۹/ ۳۰۵)ومجمع البحرين عن زوائد المجمين(۲/ ۱۹۲)كتاب الوليمة والعقيقة،باب فی الطعام يدعى اليه الشبعان ويحبس عنه الجيعان رقم الحديث(۱۸۹۳)

وقال لم يروه عن قتادة الا عمران ولاعنه الاسعيد،تفردبه عبد القدوس،وفى التعليق:اسناده ضعيف،فيه عمران القطان:صدوق يهم.

والحديث اخرجه الامام الطبرانی رحمه الله تعالى فى الاوسط(۲۰۲۶.۲۰۳)الحديث(۲۱۹۰)والكبير(۱۲/ ۷۵)

الحديث(۱۲۷۵۴)والبزار(۲/ ۷۵)مع كشف الاستاروكذافی كنزالعمال(۱۶/ ۱۳۰)برمز طب عن ابن عباسؓ،كتاب النكاح رقم الحديث(۴۴۶۲۰)

(۴)عن ابن مسعودؓ انه قال:نهينا ان نجيب دعوة من يدعوالاغنياء

ویترک الفقراء. عمدۃ القاری(۱۴/۱۳۴)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس آدمی کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے جو اغنیاء کو دعوت دے اور فقراء کو نہ دے۔

(۵)روی عن ابی ھریرۃؓ انہ کان یقول:انتم العاصون فی الدعوۃ تدعون من لا یأتی وتَدعون من یأتیکم. عمدۃ القاری(۱۴/۱۳۴)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ تم دعوت کے سلسلے میں گنہگار ہو کہ جو نہیں آتا، اس کو دعوت دیتے ہو اور جو آتا ہے اس کو چھوڑتے ہو۔

☆نہ آنے والوں سے مراد اغنیاء اور آنے والوں سے مراد فقراء ہیں۔

فتح الملہم(۳/۵۰۱)

(۶)قال ابن حبیب:ومن فارق السنۃ فی ولیمۃ فلادعوۃ لہ ولا معصیۃ فی ترک اجابتہ. (عمدۃ القاری ایضاً)

ابن حبیبؒ کہتے ہیں کہ جس نے ولیمہ کے بارے سنت سے تجاوز کیا(اغنیاء کو بلایا اور فقراء کو چھوڑ دیا) تو اس کی دعوت کی کوئی حیثیت نہیں اور اس کی دعوت قبول نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

(۷)کیف بالولیمۃ یدعون الشبعان ویطردون الغَرثان ویدعون.

کنزالعمال(۱۶/۱۳۰)عن الدارقطنی فی الافرادعن ابی ذر،رقم الحدیث(۴۴۶۱۷)

ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے اس ولیمہ کی کیا حقیقت ہے کہ جس میں سیر لوگوں کو بلایا جائے اور بھوکوں کو دھتکارا جائے حالانکہ ان کو بلانا چاہئے۔

(۸)امام طیبیؒ فرماتے ہیں:

اللام فی الولیمة للعهدالخارجی اذکان من عادةالجاهلیة ان یدعواالاغنیاء ویترکوا الفقراء .فتح الملهم(۳/ ۵۰۱)

یعنی ولیمہ میں اغنیاء کو بلانااور فقراء کو چھوڑنا جاہلیت والوں کی عادت رہی ہے۔

بٹھلانے میں فرق

دعوتِ ولیمہ میں فقراء ومساکین اوراغنیاء کو اکھٹے بٹھا کر کھانا کھلانا چاہیے البتہ اگرفقراء کی ظاہری ہیئت ایسی ہو کہ اغنیاء کے ساتھ بیٹھنے سے ان کو واقعی تکلیف ہوتی ہو تو فقراء ومساکین کو علیحدہ بٹھانا جائز ہے،البتہ نشستیں برابر ہونا ضروری ہے ،اغنیاء کی نشست اونچی جگہ بنانااور فقراء ومساکین کی نیچے بنانادرست نہیں ہے۔

شرح النووی علی صحیح المسلم(۱/ ۴۶۲)

☆وقد دعاابن عمرؓفی دعوته الاغنیاء والفقراء فجاء ت قریش والمساکین معهم،فقال ابن عمرؓللمساکین:هٰهناا جلسوا ولاتفسدوا علیهم ثیابهم فاناسنطعمکم ممایأکلون.عمدة القاری(۱۴ /۱۳۴)

حضرت ابن عمرؓ نے اپنی دعوت میں اغنیاء اور فقراء کو بلایاتو قریش آئے اوران کے ساتھ مساکین بھی تھے،ابن عمرؓ نے مساکین سے فرمایا کہ تم یہاں بیٹھ جاؤ،ان پران کے کپڑے خراب نہ کرو،ہم تم کو وہی کھانا کھلائیں گے جوان کوکھلائیں گے۔

☆قال ابن بطال:واذا میز الداعی بین الاغنیاء والفقراء فاطعم

كلاعلى حدة لم يكن به باس وقدفعله ابن عمرؓ.فتح الملهم(۳ / ۵۰۰)

ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اگر داعی فقراء اور اغنیاء کو علیحدہ علیحدہ بٹھا کر کھانا کھلا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابن عمرؓ نے ایسا کیا ہے۔

کھانے میں فرق

اس کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) گزشتہ مسئلہ کی رو سے فقراء ومساکین کو علیحدہ علیحدہ دستر خوانوں پر بٹھایا ہوتو پھر کھانے میں فرق کرنے کی گنجائش ہے البتہ بہتر پھر بھی نہیں۔

(۲) ایک ہی دستر خوان پر بیٹھے ہوں تو فرق کرنا درست نہیں ہے، یہ مروت کے خلاف ہے۔

کفایت المفتی (۱۵۵/۵) میں ہے۔

اپنے اعزہ اور دوستوں یا سمدھیوں کو عمدہ اور بڑھیا اور مختلف اقسام کے کھانے کھلانا اور عام مسلمانوں کو ایک کھلانا اور وہ بھی معمولی قسم کا کھانا، کرم اور مروت کے خلاف ہے بالخصوص ایک مقام پر ایک دوسرے کے مقابلے میں ایسا فرق کرنا تو بہت ہی نازیبا ہے اور اگر بہ نیت تحقیر عام مہمانوں کے ساتھ ایسا کیا جائے تو حرام ہے۔

غنی کو ترجیح دینا جاہلیت کا عمل: عبرتناک مثال

دعوتِ ولیمہ وغیرہ میں اغنیاء کو فقراء پر ترجیح دینا زمانہ جاہلیت کا عمل ہے، اس بارے ایک عبرت ناک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عباسؓ قال:قال رسول اللّٰہ ﷺ: لا تفتخروا باٰبائکم الذین ماتوافی الجاهلية(تفتخرون بهم؟)الا انبئكم مثل ابا ئكم الذين ماتوافى الجاهلية،كمثل ملك بنى قصراًعلى قارعة الطريق،واتخذ فيه طعاماً،ووكل به رجالا،فقال:لا يمراحدالااصاب من طعامى هذا،وكان اذامرّالرجل فى شارة حسنة وثياب حسنة،ذهبوااليه،فتعلقوابه وجاؤا به،حتى يأكل من ذلك الطعام،واذاجاء رجل فى شارة سيئةوثياب رثة،منعوه،فلماطال ذلك،بعث اللّٰه ملكامن الملئكة فى شارة سيئة،وثياب رثة فمربجنباتهم فقامواالیه،فدفعوه..........،فقال لهم:انى جائع،وانمايصنع الطعام للجائع فقالوا:لا،ان طعام الملك لا يأكله الاالابرار،فدفعوه،فانطلق،فجاء فى صورة حسنة وثياب حسنة،فمركانه لا يريدهم بعيدا منهم،فذهبوااليه،فتعلقوا به،فقالوا:تعال:فاصب من طعام الملك قال:لا اريده،قالوا:لايدعك الملك.ان بلغه ان مثلك مرّولم يصب من طعامهشق عليه..................وخشينااان تصيبنا من عقوبة،فاكرهوه،فادخلوه،حتى جاؤابه الى الطعام،فقربوا اليه الطعام،فقال بثيابه هكذافى الطعام،فقالوا:ماتصنع؟قال:انى جئتكم فى شارة سيئة،وثياب رثة،فاخبرتكم انى جائع،فمنعتمونى،وانى جئتكم فى شارة حسنة وثياب حسنة فاكرهتمونى،وغلبتمونى،وابتيم ان تدعونى،فقبحكم اللّٰه،وقبح ملككم،انمايصنع ملككم هذاالطعام للدنيا وانه ليس له عنداللّٰه خلاق،قال:فارتفع الملك ونزل عليهم العذاب،لم يروه بهذاالكلام عن

ایوب الاسلیمان،تفردبه شیبان،وروی الکلام الاول:"لاتفتخروا بأبائکم"هشام الاستوائی والحسن بن ابی جعفر الجفری.

مجمع الزوائد(۲/ ۹۳ ا)کتاب الولیمة والعقیقة،باب فی ا لطعام یدعی الیه الشبعان ویحبس عنه الجیعان،رقم الحدیث(۱۸۹۴)وقال محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی فی التعلیق علیه:اسناده ضعیف جداً فیه سلیمان القافلانی:متروک والحدیث اخرجه الطبرانی فی الاوسط(۷/ ۱۴۲. ۱۴۳)الحدیث(۷۰۱۷)انظرمجمع الزوائد(۴/ ۵۷)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہونے والے اپنے آباء واجداد پر فخر نہ کرو،کیا تم ان پر فخر کرتے ہو؟سن لو،زمانہ جاہلیت میں فوت ہونے والے آباء واجداد کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے جس نے ایک شاہراہ پر محل بنایا اوراس میں کھانے کا انتظام کر کے کچھ لوگوں کو اس کا وکیل بنادیااور کہا کہ اس راستہ پر جو شخص بھی گزرے وہ میری دعوت سے ضرور کچھ کھائے اور ان لوگوں کا طریقہ کار یہ ہوا کہ اگر وہاں سے عمدہ لباس والااچھی ہیئت کا مالک شخص گزرتا تووہ اس کے پاس جا کراس سے چمٹ جاتے اور اسے ساتھ لے آتے تاکہ وہ کھانا کھائے اور اگر پرانے پھٹے کپڑوں والا بری ہیئت والا شخص آتاتواسے منع کردیتے،جب ان کے اس طرز عمل پر کافی وقت گزرا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ پراگندہ ہیئت اور پھٹے پرانے لباس میں بھیجا،وہ ان کے پہلوؤں کے قریب سے گزرنے لگا تو انہوں نے واپس دھکیل دیا تو

فرشتے نے ان سے کہا کہ میں بھوکا ہوں اور کھانا تیار کرنے کا مقصد بھوکے کو کھلانا ہوتا ہے لہذا مجھے کھانا دیدو، انہوں نے کہا کہ بادشاہ کا کھانا صرف اشرف افراد اور بڑے لوگ کھا سکتے ہیں۔لہذا اس کو واپس کر دیا، چنانچہ فرشتہ چلا گیا پھر وہ اچھے لباس میں، اچھی صورت بنا کر آیا اور ان سے دور سے یوں گزرنا چاہا جیسے اس کا یہاں آنے کا بالکل ارادہ نہ ہو۔وہ لوگ اس کے پاس گئے اور اس سے چمٹ گئے، اور کہا کہ آؤ اور بادشاہ کا کھانا کھاؤ۔اس نے کہا میں نہیں کھاتا، انہوں نے کہا کہ اگر بادشاہ کو یہ خبر پہنچی کہ آپ جیسا شخص یہاں سے کھانا کھائے بغیر گزرا ہے تو اس پر گراں گزرے گا اور اندیشہ ہے کہ وہ ہم کو سزا دے لہذا اس کو مجبور کر دیا، چنانچہ اس کو لے آئے اور کھانا اس کے قریب کیا تو اس نے اپنے کپڑے کھانے کے قریب کئے کہ یہ کھائیں گے، انہوں نے پوچھا یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں تمہارے پاس بری حالت اور پرانے کپڑوں میں آیا اور تمہیں بتایا کہ میں بھوکا ہوں تم نے مجھے روک دیا اور جب میں اچھی ہیئت اور عمدہ کپڑوں میں آیا تو تم نے مجھے مجبور کیا اور مجھ پر غالب آگئے، اور کھانا کھانے پر اصرار کرتے رہے، اللہ تعالیٰ تمہارا بھی برا کرے اور تمہارے بادشاہ کا بھی، تمہارا بادشاہ دنیا کے لئے کھانا بناتا اور دیتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی حصہ نہیں، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پھر فرشتہ چلا گیا اور ان سب پر عذاب نازل ہوا۔

چند مسائل

مسئلہ(۱) صرف اغنیاء کو جو دعوت دینا بری بات ہے اور ایسی دعوت قبول کرنا جو سنت نہیں، یہ اس وقت ہے کہ اغنیاء کو ان کے غناء اور مالداری کی وجہ سے

بلایا جائے،اگر غنا مد نظر نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے صرف اغنیاء کو دعوت دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مثلاً اس کے دوست احباب،اہلِ حرفت،رشتہ دار اور پڑوسی ہیں ہی اغنیاء،ان میں فقراء نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ان اغنیاء ہی کو دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں،ایسی دعوت قبول کرنا بھی ضروری ہے۔

حررته من قبل نفسي ثم رأيت مايوافقه فللّٰه الحمد،انظر حاشية الباجوری علی ابن قاسم الغزی(۱۷۶/۲)کتاب النکاح ومايتعلق به،دار احياء التراث العربي.

مسئلہ(۲)دعوتِ ولیمہ میں صرف اغنیاء کی تخصیص جو منع ہے،اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام لوگوں کو دعوت دے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں،اوراس کی گنجائش بھی نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سے تخصیص کا قصد صادر نہ ہو لہذا جن حضرات کو دعوت دینا ممکن ہے،ان میں اغنیاء کی تخصیص نہ کرے جیسے دوست احباب،اہلِ حرفت،پڑوسی اور رشتہ دار وغیرہ حتی کہ اگر وہ صرف ایک شخص کو دعوت دے اور مقصود تخصیص نہ ہو بلکہ دوسروں کو کھلانے کی استطاعت نہ ہو تو جائز ہے اوراس کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے ایضاً(۱۷۷/۲)

مسئلہ(۳)اگر صرف فقراء کو دعوت دی،اغنیاء کو نہ دی تو ایک قول یہ ہے کہ ایسی دعوت قبول کرنا سنت نہیں کیونکہ اغنیاء اور فقراء دونوں کو دعوت دینا ضروری ہے،صحیح یہ ہے کہ ایسی صورت میں دعوت قبول کرنا ضروری ہے۔لوجود الشرائط ایضاً(۱۷۷/۲)۔

معذرت قبول نہ کرنے کا حکم

اگر داعی نے مدعو کی معذرت قبول کر لی تو درست ہے پھر ولیمہ میں شرکت ضروری نہیں ہے لیکن اگر اس نے معذرت قبول نہ کی تو ولیمہ میں شرکت کرنا ضروری ہے۔

(۱)عن ابن جریج عن عطاء وغیرہ قال جاء رسول ابن صفوان الی ابن عباسؓ وھو یعالج زمزم یدعوہ واصحابہ فامرھم فقاموا واستعفاہ وقال ان لم یعفنی جئتہ.

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ ابن صفوانؒ کا قاصد حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا، اس حال میں کہ وہ زمزم کے کنویں کی مرمت میں مصروف تھے، قاصد نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دعوت دی تو آپ نے ساتھیوں کو جانے کا کہا، چنانچہ وہ چلے گئے اور خود قاصد سے معذرت کر دی اور فرمایا کہ اگر وہ میری معذرت قبول نہ کرے تو میں ضرور جاؤں گا۔

السنن الکبری للبیھقی(۲۶۴/۷)کتاب الصداق، باب من استعفی فان لم یعف اجاب.

(۲)عن مجاھد ان ابن عمرؓ دعی یوماً الی طعام، فقال رجل من القوم: اما انا فاعفنی من ھذا، فقال لہ ابن عمرؓ لا عافیة لک من ھذا فقم.

مصنف عبدالرزاق(۴۴۸/۱۰)کتاب الجامع، باب الولیمة، رقم الحدیث(۱۹۶۶۳)والسنن الکبری للبیھقی(۲۶۴/۷)کتاب الصداق باب من استعفی فان لم یعف اجاب.

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک دن کھانے کی دعوت دی گئی تو ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ حضرت اس بارے میری معذرت قبول فرمائیں تو حضرت ابن عمرؓ نے اس کو فرمایا کہ اس بارے تمہاری معذرت قبول نہیں کھڑے ہو جاؤ۔

کسی کے واسطہ سے معذرت بھیجنا

مدعو اگر کسی بھی وجہ سے خود داعی سے معذرت کرنے پر قادر نہ ہو تو قاصد یا دوسرے مدعوین کے ذریعہ معذرت کا پیغام بھیج سکتا ہے، اگر قاصد یا مدعو اس کی معذرت نہ پہنچائیں تو شرکت ضروری ہو گی، جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مذکورہ شخص کی معذرت رد کر دی تھی۔

(۱) عن عطاء بن ابی رباحؒ قال: دعی ابن عباسؓ الی طعام وهو یعالج من امر السقایة شیئاً، فقال للقوم: قوموا الی اخیکم، اجیبوا اخاکم فاقرؤا علیه السلام، واخبروه انی مشغول.

مصنف عبدالرزاق (۱۰/۴۴۸) کتاب الجامع، باب الولیمة، رقم الحدیث (۱۹۶۶۴)

والسنن الکبری للبیهقی (۷/۲۶۴) کتاب الصداق، باب من استعفی فان لم یعفوا اجاب.

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی اس حال میں کہ وہ پانی کے کنویں پر کچھ کام کر رہے تھے تو انہوں نے لوگوں کو فرمایا کہ اپنے بھائی کی طرف کھڑے ہو جاؤ اور اپنے

بھائی کی دعوت قبول کرو، پس اسے میری طرف سے سلام کہو اور اسے خبر دیدو کہ میں مشغول ہوں۔

ایسی دعوتِ ولیمہ کا حکم جس میں تصاویر گانے اور لہولعب ہو

جس دعوتِ ولیمہ میں تصاویر، تصویر کشی، شراب نوشی، سونا چاندی کے برتنوں کا استعمال، ریشم کے بچھونے، گانے، غناومزامیر، ڈھول، باجے اور موسیقی ہو اس میں شرکت کا حکم یہ ہے کہ:

☆ اگر پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں اس طرح کے منکرات ہوں گے تو اس کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) مدعو صاحب علم وجلال ہے، اس کا خیال ہے کہ اگر وہ شریک ہو تو لوگ منکرات ترک کر دیں گے تو ایسی صورت میں اس کو ضرور شریک ہونا چاہئے، یہ بھی نہی عن المنکر کی ایک صورت ہے۔

(۲) اگر وہ اس طرح صاحب علم وجلال نہیں کہ اس کی وجہ سے لوگ منکرات سے باز آئیں تو اس کو شرکت کرنا صحیح نہیں ہے۔

☆ اور اگر اس کو منکرات کا پہلے سے علم نہ تھا اور مقام دعوت پہنچ گیا، اب معلوم ہوا کہ منکرات ہو رہے ہیں تو اس کی بھی دوصورتیں ہیں۔

(۱) وہ ایسا صاحب علم یا صاحب شان وشوکت اور جاہ ومرتبہ کا مالک ہے کہ منکرات کے روکنے پر قادر ہے تو منکرات کو روک دے اور دعوت میں شریک ہو

جائے بلکہ منع کرنا اور شریک ہونا ضروری ہے، لان ازالة المنکر واجبة.

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: لزمه الحضور والانکار، لانه یؤدی فرضین: اجابة اخیه المسلم، وازالة المنکر. المغنی (۷/۶) کتاب الولیمة

یعنی اس صورت میں حاضر ہو کر نکیر کرنا اس کو لازم ہے کیونکہ اس میں دو فرض ادا ہوتے ہیں (۱) اپنے مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرنا (۲) منکر اور گناہ کا ازالہ کرنا۔

(۲) اگر وہ منکرات کے روکنے پر قادر نہ ہو تو مدعو دو حال سے خالی نہیں، عالم اور مقتدیٰ ہوگا یا عام مسلمان، اگر عام مسلمان ہو تو پھر بھی دو صورتیں ہیں۔

(۱) دستر خوان پر منکرات ہوں، اس صورت میں بیٹھنا درست نہیں، واپس جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (الانعام ۶۸)

یعنی یاددہانی ہوجانے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

(۲) اگر منکرات دسترخوان پر نہ ہوں، دوسری جگہ ہوں تو دعوت میں شریک ہوسکتا ہے، اٹھ کر واپس جانا ضروری نہیں ہے البتہ دل سے برا محسوس کرے، اس کی دو دلیلیں ہیں۔

(۱) امام ابو حنیفہؒ جب اس درجہ کو نہیں پہنچے تھے تو ان کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا تھا جیسا کہ امام محمدؒ نے الجامع الصغیر میں نقل کیا ہے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں: ابتلیت بهذامرة فصبرت یعنی ایک بار میں بھی اس آزمائش میں مبتلا ہوا تو میں نے صبر سے کام لیا۔

(۲)دعوت ولیمہ قبول کرنا سنت ہے لہذا اگر اس کے ساتھ کوئی منکر شامل ہو تو منکر کی وجہ سے ترکِ سنت صحیح نہیں جیسا کہ صلوۃ جنازہ میں اگر نوحہ ہو تو محض نوحہ کی وجہ سے نماز جنازہ چھوڑنا درست نہیں۔

☆اور اگر مدعو مقتدی اور عالم دین ہے تو وہاں بیٹھنا درست نہیں، اٹھ کر واپس جانا ضروری ہے، اس کی دو وجوہ ہیں۔

(۱)لان فی ذلک شین الدین یعنی اس میں دین کی بدنامی ہے۔

(۲)فتح باب المعصیة علی المسلمین، یعنی مسلمانوں کے لئے معصیت کا دروازہ کھولنا ہے، لوگ کہیں گے کہ مقتدی اور عالم دین بھی منکرات میں شریک ہے، شاید یہ منکرات نہیں، شرعاً جائز امور ہیں۔

ماخذہ: الهداية مع شرحه البناية للعيني(۴۲۹/۱۴ الی ۴۳۲).

روایات وآثار

(۱)عن سفينة ابی عبدالرحمن ان رجلا ضاف علی بن ابی طالب فصنع له طعاماًفقالت فاطمة:لودعونارسول اللهﷺفأكل معنافدعوه فجاء فوضع يده على عضادتي الباب فرأى القرام قدضرب به في ناحية البيت فرجع فقالت فاطمة لعلی:الحقه انظرمارجعه فتبعته فقلت يارسول الله ماردّک فقال انه ليس لي او لنبي ان يدخل بيتامزوقا.ابوداؤد(۲ /۱۷۱)كتاب الاطمعة،باب الرجل يدعى فيرى مكروهاوابن ماجة(ص ۲۴۰، ۲۴۱)كتاب الاطعمة،باب اذارأى الضيف منكرا رجع.والسنن الكبرى للبيهقي(۲۶۷/۷)كتاب الصداق،باب المدعو

یری الخ.

ایک شخص حضرت علیؓ کا مہمان بنا تو حضرت علیؓ نے اس کے لئے کھانا تیار کیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اگر نبی علیہ السلام کو دعوت دیدیں تو اچھا ہے چنانچہ آپ ﷺ کو دعوت دی تو آپ آئے اور دروازہ کے چوکھٹ کے دونوں بازوں پر ہاتھ رکھا تو کمرے کے ایک کنارہ میں نصب شدہ پردہ دیکھا اور واپس چلے گئے، حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ ان سے ملیں کہ آپ کو کس نے واپس کرایا، حضرت علیؓ کہتے ہیں میں آپ کے پیچھے گیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ کو کس چیز نے واپس کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے یا فرمایا کہ کسی بھی نبی کے لئے مزین کمرے میں داخل ہونا مناسب نہیں ہے۔

فائدہ: اس پردہ پر تصاویر تھیں، اس لئے آپ ﷺ وہاں نہ بیٹھے۔

بذل المجهود(۴/۳۴۸).

(۲)عن سالم عن ابيه قال:نهى رسول الله ﷺ عن مطعمين عن الجلوس على مائدة يشرب عليها الخمروان يأكل الرجل وهومنبطح على بطنه.قال ابوداؤد:هذاالحديث لم يسمعه جعفر عن الزهرى وهو منكر،ابوداؤد(۲/۱۷۴)كتاب الاطعمة،باب الجلوس على مائدة عليها بعض مايكره والسنن الكبرى للبيهقى(۷/۲۶۶)كتاب الصداق،باب الرجل يدعى الى الوليمة الخ وشعب الايمان للبيهقى(۵/۱۱۰)رقم الحديث(۵۹۹۰.باب فى المطاعم والمشارب،ماورد فى النهى عن الأكل وهو منبطح على بطنه.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے دو قسم کے کھانوں سے منع فرمایا ہے، ایسے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے سے منع فرمایا ہے کہ جس پر شراب پی جاتی ہو اور یہ کہ آدمی اپنے منہ کے بل گر کر کھانا کھائے۔

(۳)عن سعید بن المسیب عن علیؓ قال:صنعت طعاماًفدعوت رسول اللہ ﷺفجاء فرأی تصاویر فرجع.

سنن ابن ماجة(ص ۲۴۰) کتاب الاطعمة.

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دعوت دی، آپ تشریف لائے تو تصویریں دیکھیں تو لوٹ گئے۔

(۴)عن نافع عن اسلم مولی عمرؓقال:لماقدمنا مع عمربن الخطابؓالشام اتاه الدهقان قال:یاامیرالمومنین انی قدصنعت لک طعاماًفاحب ان تاتینی باشرافِ من معک،فانه اقوی لی فی عملی واشرف لی قال:انالا نستطیع ان ندخل کنائسکم هذه مع الصوراللتی فیها.

الادب المفرد للبخاری(ص ۳۳۳)باب دعوةالذمی،وقال مخرجه:ضعیف/فیه عنعنةابن اسحاق وهومدلس.

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلمؓ سے روایت ہے کہ جب ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ ملک شام آئے تو آپ کے پاس ایک دہقان آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے، میری خواہش ہے کہ آپ اپنے اشراف سمیت شریک ہوں کیونکہ یہ میرے لئے میرے کام میں قوت کا ذریعہ اور میرے لئے باعث شرف ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں تمہارے ان کنیسوں

میں داخل ہونے کی اجازت نہیں جن میں تصاویر آویزاں ہیں۔

(۵)عن ابی مسعودؓ ان رجلاصنع له طعاماً فدعاه فقال:افی البیت صورة؟قال نعم،فابی ا ن یدخل حتی کسر الصورة ثم دخل.

السنن الکبری للبیھقی(۷/۲۶۸)۔

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کے لئے کھانا تیار کیااور دعوت دی تو آپؓ نے فرمایا کیا گھر میں تصویر ہے؟اس نے کہا ہاں تو آپ نے تصویر مٹانے تک داخل ہونے سے انکار کر دیا پھر داخل ہوئے۔

(۶)عن ابی ھریرةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال:من حضرمعصیة فکرھھافکأنماغاب عنھاومن غاب عنھافاحب فکأنه حضرھا.

السنن الکبری للبیھقی(۷/۲۶۶)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص معصیت کی جگہ حاضر ہو جائے اوراسے نا پسند کرے تو یہ ایسے ہے کہ گویا وہ غائب ہی رہا(حاضر ہی نہیں ہوا)اور جو گناہ سے غائب ہواور اسے پسند کرے تو گویا وہ گناہ میں حاضر ہو گیا۔

(۷)عن عبداللہ بن مسعودؓ قال:اذاعمل بالخطیئة فی الارض کان من شھدھافکرھھا کمن غاب عنھاومن غاب عنھا فرضیھا کان کمن شھدھا۔وفی روایة عنه قال:اذاعملت فی الناس خطیئة فمن رضیھاممن غاب عنھاکمن شھدھاومن کرھھاممن شھدھا فھو کمن غاب عنھا،وقال

البیھقی:روی ھذا من وجه اٰخر مرفوعاً.

السنن الکبری للبیھقی(۲۶۶/۷)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی زمین میں گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو اور گناہ کو برا جانے تو وہ ایسے ہے گویا کہ گناہ میں حاضر ہی نہیں ہوا اور جو گناہ سے غائب ہو لیکن اس کو اچھا سمجھے تو اس کو اس شخص کے برابر گناہ ملتا ہے جو اس میں حاضر ہوتا ہے۔

۸)عن عمرؓ بن الخطابؓ انه قال:یاایھاالناس انی سمعت رسول اللهﷺیقول:من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یقعد علی مائدةه یدار علیها الخمرومن کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یدخل الحمام إلا بازار ومن کانت تومن بالله والیوم الآخر فلا تدخل الحمام.

السنن الکبری للبیھقی(۲۶۶/۷)۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے تو وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب گھمائی جا رہی ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے تو وہ ازار کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے تو وہ حمام میں داخل ہی نہ ہو۔

فخر و مباہات اور مسابقت والی دعوت کا حکم

(۱)عن ابن عباسؓ ان النبیﷺ نهی عن طعام المتباریین ان یوکل.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپس میں مقابلہ کرنے والوں کے طعام کو کھانے سے منع کیا ہے۔

ابو داؤد(۲/۱۷۱)کتاب الاطعمة،باب فی طعام المتباریین،قال ابوداؤد:اکثرمن رواہ عن جریر لا یذکرفیہ ابن عباسؓ وھرون النحوی ذکرفیہ ابن عباسؓ ایضاًوحمادبن زید لم یذکر ابن عباس،ومستدرک الحاکم(۴/۱۴۳)..............رقم الحدیث(۷۱۷۰/۹۹)دارالکتب العلمیہ،بیروت،وقال الحاکم:ھذاحدیث صحیح الاسنادولم یخرجاہ وقال الذھبی فی التلخیص:صحیح.والمشکوۃ(۲/۲۷۹)وقال محی السنة:والصحیح انہ عن عکرمةؒ عن النبی ﷺ مرسلا.

شعب الایمان للبیھقی(۵/۱۲۹)باب فی المطاعم والمشارب ،فصل فی تخمیرا لاناء وایکاء السقاء،دارالکتب العلمیة،بیروت رقم الحدیث(۶۰۶۷)

☆متباریین ان دو شخصوں کو کہاجاتا ہے جو دعوت میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کریں،ہر ایک کی کوشش ہو کہ وہ دوسرے سے بڑھ جائے،اس میں چونکہ فخر ومباہات مقصود ہوتا ہے،اس لئے ایسی دعوت کھانے سے منع کر دیا گیا ہے۔

☆علامہ طیبیؒ الکاشف عن حقائق السنن (۶/۲۹۹) میں نقل کرتے ہیں کہ کسی عالم کو دعوت دی گئی تو انہوں نے قبول نہ کی،کسی نے اعتراض کے طور پر کہا:ان السلف کانوایدعون فیجیبون یعنی سلف صالحین تو دعوت قبول کرتے تھے،توعالم نے جواب دیا:

كان ذلك منهم للموافاة والمواساة وهذا منكم للمكافاة والمباهاة

یعنی ان حضرات کی دعوت سنت کی ادائیگی اور خیر خواہی کے لئے ہوتی تھی اور تمہاری دعوت بدلہ چکانے اور فخر و مسابقت کے لئے ہوتی ہے۔

☆روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر اور عثمانؓ کو دعوت دی گئی اور انہوں نے قبول کرلی، فارغ ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا:

لقدشهدت طعاماًوددت انی لم اشهد یعنی میں جس دعوت میں حاضر ہوا ہوں جی چاہتا ہے کہ میں حاضر نہ ہوا ہوتا، حضرت عثمان نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کھانا فخر و مباہات کے لئے دیا گیا ہے۔

الطیبی(۲۹۹/۶)والمرقاة(۲۵۶/۶)

(۲)عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ المتباريان لايجابان ولايؤكل طعامهما، قال الامام احمديعنی المتعارضين بالضيافة فخرا ورياءً

مشكوة المصابيح(۲۷۹/۲)باب الوليمة، عن شعب الايمان للبيهقی. انظرشعب الايمان للبيهقی(۱۲۹/۵)رقم الحديث(۶۰۶۸)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ متباریین کی نہ دعوت قبول کی جائے اور نہ ان کا کھانا کھایا جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ متباریین سے مراد وہ دو شخص ہیں جو دعوت وضیافت میں بطور فخر اور ریا ایک دوسرے سے معارضہ کرتے ہیں۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل(۱۶۴/۵) میں ہے:

آج کل جس انداز سے ولیمے کئے جاتے ہیں، ان میں فخر ومباہات اور نام ونمود کا پہلو غالب ہے، سنت کی حیثیت بہت ہی مغلوب نظر آتی ہے......اس لئے ایسے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا بھی مکروہ ہے، علاوہ ازیں آجکل ولیمہ کی دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، کھانا عموماً میز کرسی پر یا کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے اور اب تو ویڈیو فلمیں بنانے کا بھی رواج چل نکلا ہے، بعض جگہ گانے بجانے کا شغل بھی رہتا ہے، اس طرح کی اور بھی بہت سی قباحتیں پیدا ہو گئی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے ایسی دعوت میں جانا کسی طرح جائز نہیں۔

مال حرام کی دعوتِ ولیمہ

اگر کسی کی کمائی خالص حرام کی ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا صحیح نہیں ہے الا یہ کہ وہ تصریح کردے کہ میں حلال مال سے دعوت کر رہا ہوں، ایسی صورت میں اس کی دعوت قبول کرنا صحیح ہے اور اگر اس کی کمائی حلال اور حرام سے مخلوط ہے تو اس کی دعوت قبول کرنے میں کچھ تفصیل ہے، دو صورتوں میں اس کی دعوت قبول کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۱) اس کی حرام کمائی زیادہ ہو اور حلال کم ہو۔

(۲) حلال اور حرام برابر ہوں البتہ اگر وہ تصریح کردے کہ میں حلال مال سے دعوت کر رہا ہوں تو پھر ان دونوں صورتوں میں اس کی دعوت قبول کرنا درست ہے اور اگر اس کے پاس حلال زیادہ اور حرام کم ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا درست ہے، قلیل حرمت کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ آجکل ایسے افراد بہت کم ہیں جن کی کمائی میں حرام بالکل نہ ہو۔ البتہ اگر وہ تصریح کردے یا کسی اور یقینی طریقہ سے معلوم

ہو جائے کہ وہ حرام مال سے دعوت کر رہا ہے تو پھر اس کی دعوت قبول کرنا صحیح نہیں ہے۔

حرمت کی تحقیق و تفتیش منع ہے

مذکورہ حکم تب ہے کہ کمائی کے حرام ہونے کا یقین اور غالب ظن ہو، اگر اس طرح کی کوئی بات نہ ہو تو دعوت قبول کر لینا چاہئے، ایسی صورت میں داعی یا کسی اور سے حلت و حرمت کی تحقیق کرنا اور خوامخواہ شک و شبہ میں پڑنا درست نہیں ہے، داعی کے بارے سوءِ ظن کی بجائے حسنِ ظن رکھنا چاہئے کہ وہ مسلمان شخص ہے، اس کی کمائی حلال ہی ہوگی اور حلال ہی سے دعوت کر رہا ہوگا۔

(۱)عن ابی ہریرۃؓ قال قال النبی ﷺ اذادخل احدکم علی اخیہ المسلم فلیأکل من طعامہ ولایسأل ویشرب من شرابہ ولایسأل،قال الشیخ:ھذا ان صح فلان الظاھران المسلم لا یطعمہ ولا یسقیہ الاماھو حلال عندہ.

شعب الایمان للبیہقی(۶۸،۶۷/۵)رقم الحدیث(۵۸۰۱)باب فی المطاعم والمشارب، مطبوعۃ بیروت،

ومشکوۃ المصابیح(۲۷۹/۲)باب الولیمۃ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے مسلمان بھائی کے پاس چلا جائے تو اس کا کھانا کھالیا کرے اور سوال نہ کرے اور اس کی پلانے کی چیز پی لیا کرے اور پوچھے نہیں، امام بیہقیؒ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ مسلمان شخص بظاہر اپنے حلال

مال سے ہی کھلاتا پلاتا ہے۔

علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں:

والظاهر من حال المسلم ان يجتنب الحرام فامر بحسن الظن به وسلوک طريق التحاب والتواد فيجتنب عن ايذائه بسواله.

الطيبى(٦ / ٣٠٠)ومرقاة المفاتيح(٦/٢٥٧)

یعنی کامل مسلمان کی ظاہری حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حرام سے بچتا ہے لہذا اس کے ساتھ حسنِ ظن اور محبت ومودت کی راہ اپنانے کا حکم دیدیا گیا لہذا وہ پوچھ گچھ کے ذریعہ اسے تکلیف دینے سے احتراز کرے۔

(٢)عن ابى هريرةؓ قال:قال رسول اللهﷺ اذادخل احدكم على اخيه المسلم فاطعمه طعاماًفلياكل منه ولا يسأله عنه وان سقاه شراباًفليشرب منه ولايسأله عنه وقال الحاكم:هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه،وله شاهد صحيح على شرط مسلم حده:

ن ابى هريرةؓرواية قال:اذادخلت على اخيک المسلم فاطعمک طعاماًفكل ولا تسأله واذاسقاک شرابا فاشربه ولاتسأله.مستدرک الحاكم(٤/١٤٠)كتاب الا طعمة،رقم

،١٦٠/٨٩)و(١٦١/٩٠)قال الذهبى فى الحديث

ـ ول. صحيح و في الثاني: على شرط مسلم.

(٣)قال انس:اذادخلت على مسلم لا يتهم فكل من طعامه واشرب من شرابه.

صحیح البخاری(۲/ ۸۲۱)قبیل کتاب العقیقة،تعلیقا،ورواہ ابن ابی شیبةفی مصنفه وصلاً(۱۲/ ۳۸۱).....کتاب الاطعمة،باب من قال:اذادخلت علی اخیک المسلم فکُل من طعامه.........،رقم الحدیث(۲۴۹۱۹)ولفظه:اذادخلت علی رجل لا تتهمه فی بطنه،فکل من طعامه واشرب من شرابه.

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جب تم کسی ایسے مسلمان یا کسی شخص پر داخل ہو جس کے پیٹ کے بارے تمہیں (حرام) کا شبہ نہ ہوتواس کا کھانا کھاؤاور اس کی پلائی ہوئی چیز پیو۔

(۴)عن ابی ھریرةؓقال:قال رسول اللهﷺاذا دخل احدکم علی اخیه المسلم فاطعمه طعاماً فلیأکل من طعامه ولایسأله عنه فان سقاه شرابه فلیشرب من شرابه ولایسأله عنه.

مسنداحمد(۳/ ۲۶۰)رقم الحدیث(۹۱۹۵)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے مسلمان بھائی کے ہاں جائے پھر وہ اس کوکھانا کھلائے تووہ اس کا کھانا کھالیا کرے اور اس سے اس کے کھانے کے بارے نہ پوچھے اور اگراس کو پلائے تو پی لیا کرے،اس سے اس کی پلائی ہوئی چیز کے بارے سوال نہ کرے۔

(۵)عن ابی ھریرةؓ موقوفاًقال:اذادخلت علی اخیک المسلم فاطعمک طعاماًفکل ولا تسأل ،فان سقاک شرابا فاشرب ولا تسأل،فان رابک منه شیئ فشجه بالماء.

مصنف ابن ابی شیبة(۳۸۰/۱۲)رقم الحدیث(۲۴۹۱۸)کتاب الاطعمة.

(۶)عن ابی الزبیرعن جابرؓقال:ماوجدت فی بیت المسلم فکل.

مصنف ابن ابی شیبة(۳۸۰/۱۲)رقم الحدیث(۲۴۹۲۰)

حضرت جابرؓفرماتے ہیں کہ تم مسلمان کے گھر میں جو کچھ پاؤ تو اسے کھالیا کرو۔

(۷)عن یزید بن ابی زیاد قال:دخلنا علی راعٍ دعانالطعام وأتانا بنبیذ فکرهته فاخذه علی...قال ابوبکر:ینبغی ان یکون ابن الحسن بن علی...فشربه،وقال:اذادخلت علی اخیک المسلم فکل من طعامه واشرب من شرابه.(ایضاً)رقم الحدیث(۲۴۹۲۱)

یزید بن ابی زیادؒ کہتے ہیں کہ ایک چرواہے نے ہماری دعوت کی تو ہم اس کے پاس گئے،اس نے نبیذ پیش کی تو میں نے کراہت محسوس کی،حضرت علی زین العابدینؒ نے نبیذ لے لی اور فرمایا کہ جب اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاؤتو اس کا کھانا کھاؤ اور اس کے پینے کی چیز پیو۔

(۸)عن موسی بن عمیر قال: سمعت الشعبیؒ یقول:اذا دخلت بیت مسلم فکل من طعامه واشرب من شرابه.

(ایضاً)رقم الحدیث(۲۴۹۲۲)

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں جب تم کسی مسلمان کے گھر چلے جاؤتواس کا کھانا کھاؤ اور اس کا پانی پیو۔

مقدارِ ولیمہ

شریعت نے ولیمہ کی کوئی ایسی مقدار واجب نہیں کی کہ جس پر کمی بیشی نہ ہو سکے بلکہ اسراف اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے جتنا بھی کھانا دیدے درست ہے البتہ اگر غنی ہے، پاس گنجائش ہے تو جتنا زیادہ ہو بہتر ہے نیز شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

(۱) درس ترمذی (۳۷۰/۳) میں ہے:

بہر حال اس پر اتفاق ہے کہ اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں، اسراف سے بچتے ہوئے ہر مقدار جائز ہے۔

(۲) ویستفادمن السیاق طلب کثیرالولیمة ممن یقدر، قال عیاض: واجمعواعلی ان لا حد لا کثرھا.......... واماقلھا فکذلک ومھماتیسراجزأوالمستحب انھا علی قدر حال الزوج وقدتیسرعلی الموسرالشاة فما فوقھا.

بذل المجھود(۳ / ۲۴۰) وکذا فی فتح الملھم(۳/ ۴۸۶)

حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت رکھنے والے کے لئے زیادہ ولیمہ مطلوب ہے اور قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقہاء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اکثر ولیمہ کی کوئی حد نہیں ہے، اسی طرح ولیمہ کی کم مقدار کی بھی کوئی حد نہیں، جتنا بھی میسر ہو کافی ہے اور مستحب ولیمہ شوہر کی حالت کے اعتبار سے ہے اور مالدار شخص کو بکری اور اس سے بڑھ کر ولیمہ میسر ہی ہوتا ہے۔

(۳) امام نوویؒ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حدیث اولم ولوبشاة کی

شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله ﷺ اولم ولوبشاة دليل على انه يستحب للموسران لا ينقص عن شاة ونقل القاضى الاجماع على انه لا حد لقدر ها المجزئى بل باى شئ اولم من الطعام حصلت الوليمة وقدذكرمسلم بعد هذا فى وليمة عرس صفية انها كانت بغير لحم وفى وليمة زينب اشبعناخبزاولحماوكل هذاجائزتحصل به الوليمة لكن يستحب ان تكون على قدرحال الزوج.

شرح المسلم للنووی(۱/۴۵۸)

نبی علیہ السلام کا قول اولم ولو بشاۃ اس بات پر دلیل ہے کہ مالدار شخص بکری سے کم کا ولیمہ نہ کرے اور قاضی عیاضؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ ولیمہ کی کافی ہونے والی مقدار کی کوئی حد نہیں ہے بلکہ جتنے بھی طعام کے ساتھ ولیمہ کیاتوولیمہ ہوجائے گا،چنانچہ امام مسلمؒ نے اس کے بعد یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت صفیہؓ کا ولیمہ بغیر گوشت کے تھااور زینبؓ کے ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھاکرسیرہوئے اور یہ سب جائزہے،اس سے ولیمہ ہو جائیگا لیکن شوہر کی حالت کے بقدر ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

(۴) نبی علیہ السلام نے اپنے سب نکاحوں میں ولیمہ دیا،بعض میں کم اور بعض میں زیادہ، نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ بنت جحش کے ولیمہ میں بکری ذبح کی تھی۔ **صحیح البخاری(۲/۷۷۷)**

یہ آپ علیہ السلام کا سب سے بڑا ولیمہ تھا،اور حضرت ام سلمہؓ کے ولیمہ میں جو کے دومد دئے تھے(ایضاً) حضرت صفیہؓ کاولیمہ حیس تھا(ایضا)

حیس اس مخلوط کھانے کو کہا جاتا ہے جو کھجور، پنیر اور گھی ملا کر بنایا جاتا ہے چنانچہ صحیح البخاری (۷۷۵/۲) باب البناء فی السفر میں حضرت انسؓ کی روایت میں حضرت صفیہؓ کے ولیمہ کے بارے میں ہے:

فدعوت المسلمین الی ولیمة فما کان فیها من خبز ولا لحم، امر بالانطاع فالقی فیها من التمر والأقِطِ والسمن فکانت ولیمة الخ

یعنی میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی دعوت دی، آپ کے ولیمہ میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت، چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا تو اس میں کھجور پنیر اور گھی ڈالا گیا پس یہی ولیمہ تھا۔

(۵) ولم یضبطه النبی ﷺ بحد بمثل ماذکرنا فی المهر والحدالوسط الشاة واولم النبی ﷺ علی صفیةؓ بحیس واولم علی بعض نسائه بمدین من شعیر. حجة الله البالغه (۱۳۰/۲)

نبی علیہ السلام نے مہر کی طرح ولیمہ کی حد مقرر نہیں فرمائی اور درمیانی حد بکری ہے اور نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ کے نکاح میں حیس کا ولیمہ دیا اور بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ جو کے دومد کی صورت میں دیا۔

(۶) امام بخاریؒ نے صحیح البخاری (۷۷۷/۲) میں باب قائم کیا ہے۔ **باب من اولم علی بعضِ نسائه اکثر من بعض** یعنی یہ باب اس کے بارے ہے جو اپنی بعض بیوں کا بعض سے زیادہ ولیمہ کرے، اس کے بعد حضرت انسؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے **ذکر تزویج زینب بنت جحشؓ عندانسؓ فقال: مارأیت النبی ﷺ اولم علی احدمن نسائه مااولم علیهااولم بشاة** یعنی نبی علیہ السلام

نے حضرت زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ میں بکری دی جو کسی اور کے ولیمہ میں نہیں دی، اس حدیث اور باب سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ ہے کہ ولیمہ کی حد متعین نہیں ہے، اس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

وفیہ ان الولیمۃ تکون علی قدرالموجود والیساروليس فيهاحدلا یجوز الاقتصار دونه. عمدة القاری(۱۴/ ۱۲۸)

یعنی اس میں اشارہ ہے کہ ولیمہ موجود حیثیت اور مالداری کے مطابق ہونا چاہیے، اس میں کوئی ایسی حد نہیں ہے کہ اس سے کم پر اکتفاء نہ ہوسکتا ہو۔

بعض سلف صالحین کا ولیمہ

(۱)عن الا عمش ان اباوائل او لم برأس بقرة واربعة ارغفة مصنف ابن ابی شیبه(۹/ ۳۴۱)رقم الحدیث ۱۷۴۵۲ كتاب النكاح۔

حضرت اعمشؒ کہتے ہیں کہ ابو وائلؒ نے ایک گائے اور چار روٹیوں کا ولیمہ کیا۔

(۲)عن سالم ان حمزة بن عبدالله بن عمر نحرجزوراً. ایضاً

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے حضرت حمزہؒ نے اونٹ ذبح کئے۔

افضل ولیمہ

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوگیا کہ شرعاً ولیمہ کی کوئی واجب مقدار طے شدہ

نہیں ہے البتہ ولیمہ میں بکری ذبح کرنا افضل ہے، اگرچہ سنتِ ولیمہ ہر قسم کے گوشت اور کھانے سے ادا ہو جاتی ہے۔

بکری افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ولیمہ میں بکری ذبح کرنے کا امر فرمایا تھا نیز نبی علیہ السلام نے خود حضرت زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ میں بکری ذبح کی تھی۔

علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

ویستحب ان یو لم بشاة ان امکنه ذلک لقول رسو ل الله ﷺ لعبدالرحمن: اولم ولو بشاة وقال انسؓ: مااولم النبی ﷺ علی شیئ من نسائه مااولم علی زینب اولم بشاة، لفظ البخاری، فان اولم بغیرهذا جاز فقداولم النبی ﷺ علی صفیة بحیس واولم علی بعض نسائه بمدین من شعیر. رواه البخاری. المغنی(۷ / ۴، ۵)

اگر ممکن ہو تو بکری کا ولیمہ مستحب ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو فرمایا کہ ولیمہ کرو، اگرچہ بکری کے ساتھ ہو اور نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں بکری ذبح کی تھی، اگر اس کے علاوہ کے ساتھ ولیمہ کیا تو بھی جائز ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ کے نکاح میں حیس کا ولیمہ دیا تھا اور بعض بیویوں (ام سلمہؓ) کے نکاح میں جو کے دو مُد دیئے تھے۔

دولہا اور دولہن کے لئے دعا

زمانہ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کسی کی شادی ہوتی تو اسے ان الفاظ سے دعا دی جاتی ”بالرفاء والبنین“ اس سے پہلے فعل محذوف ہے ”بالرفاء“ اس کے

متعلق ہے یعنی عرست بالرفاء والبنین،تمہاری شادی موافقت،اتحاد اور بیٹوں کے ساتھ ہو۔"الرفاء" کے لغوی معنی اجتماع،جُوڑنے، ملنے،اتفاق واتحاد،برکت اور نمو یعنی زیادتی اور بڑھوتری کے آتے ہیں۔کپڑا جب پھٹ جائے تو اس کے جوڑنے کو رفو کہا جاتا ہے یقال،رفأت الثوب رفاء ورفوته رفوًا.بذل المجهود(۲۴۸/۳)

امام ابو الحسن السندھیؒ حاشیہ سنن النسائی (۹۰/۲) میں لکھتے ہیں کہ الرفاء میں راء کا کسرہ اور آخر میں مد ہے،الرفاء الرفو سے ہے،اس کے دو معانی آتے ہیں۔

(۱)التسکین یعنی سکون دینا،راحت دینا،یقال رفوت الرجل اذا سنکنت مابه من روع یعنی رفوت الرجل تب کہاجاتا ہے جب اس آدمی کے خوف اور گھبراہٹ کوسکون دے دیاجائے۔

(۲)موافقت اور التیام۔

☆نبی علیہ السلام نے اس دعا سے کئی وجوہ سے منع کردیا۔

(۱)یہ زمانۂ جاہلیت والوں کی عادت تھی۔

(۲)اس میں صرف بیٹوں کے ملنے کی دعا تھی اور لڑکیوں سے نفرت کا اظہار تھا جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کا رواج تھا۔

(۳)ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور ذکر نہیں تھا،ان الفاظ سے بتوں کی طرف ذہن منتقل ہوسکتا تھا۔

عمدة القاری (۱۱۴/۱۷)وفتح الباری(۲۷۷/۹)

(۴)محدث ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت مذکورہ الفاظ بطور دعاء

نہیں بلکہ بطورِ فال کہا کرتے تھے،اس بناء پر ان الفاظ سے منع کردیا گیا۔

☆نبی علیہ السلام نے تلقین فرمائی کہ اس دعا کی بجائے مندرجہ ذیل دعا کہی جائے۔

(۱)بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَافِیْ خَیْرٍ:
اللہ تعالیٰ تیرے لئے اور تیرے اوپر برکت ڈالے اور تم دونوں کو خیراور بھلائی میں جمع کرے۔

فی سنن ابی داؤد(۱/۳۰۷)کتاب النکاح،باب مایقال للمتزوج عن ابی هريرةؓ ان النبی ﷺ کان اذا رفأ الا نسان اذا تزوج قال،بارک اللّٰہ لک وبارک علیک وجمع بینکما فی خیر.

• وجامع الترمذی(۱/۳۳۵)ابواب النکاح باب ماجاء فیمایقال للمتزوج،وقال وفی الباب عن عقیل بن ابی طالب،حدیث ابی هريرةحدیث حسن صحیح والسنن الکبری للبیهقی(۷/۱۴۸)کتاب النکاح،،مایقال للمتزوج،وعمل الیوم واللیلة(ص ۳۰۱)باب الرخصةفی ذلک وسنن ابن ماجة(ص۱۳۷)کتاب النکاح باب تهنئة النکاح،ومسند احمد(۲/۳۸۱).

یعنی نبی علیہ السلام جب شادی کرنے والے کو مبارک باد دیتے تو مذکورہ دعا پڑھتے۔

(۲)بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکُمْ وَبَارَکَ لَکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں اورتمہارے سارے خاندان میں برکت عطافرمائے۔

عن الحسنؒ قال:تزوج عقیل بن ابی طالبؓ امرأةً من بنی جشم فقیل له بالرفاء والبنین قال:قولوا کما قال رسول اللهﷺبارک الله فیکم وبارک لکم.

سنن النسائی(۹۰/۲)کتاب النکاح،باب کیف یدعی للرجل اذا تزوج.

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عقیلؓ بن ابی طالب نے بنو جشم قبیلہ کی ایک عورت سے نکاح کیا تو ان کو ان الفاظ میں دعادی گئی ''بالرفاء والبنین'' تو انہوں نے فرمایا کہ تم ایسے ہی کہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بارک الله فیکم وبارک لکم

عن یونس بن عبید قال:سمعت الحسن یقول:قدم عقیل بن ابی طالب البصرة فتزوج امرأة من بنی جشم فقالوا له بالرفاء والبنین فقال:لا تقولوا کذلک فان رسول الله ﷺ نهی ذلک وامرنا ان نقول:بارک الله لک وبارک علیک.السنن الکبری للبیهقی(۱۱۸/۷)کتاب النکاح باب مایقول للمتزوج وعمل الیوم واللیلة لابن السنی (ص ۲۰۱)باب مایقول للرجل اذا تزوج رقم الحدیث (۶۰۷)نور محمد کارخانه کتب کراتشی.

فی اعلاء السنن(۱۱/۷)وحدیث عقیل اخرجه ایضاًابویعلی والطبرانی،وهومن روایة الحسن عن عقیل،قال فی الفتح:ورجاله ثقات الا ان الحسن لم یسمع من عقیل فیما یقال.

(۳)صرف یہ الفاظ کہے جائیں بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، یہ الفاظ نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو کہے تھے۔

جامع الترمذی(۱/۳۳۵)باب ماجاء فی الولیمة.السنن الکبری للبیهقی (۱۴۸/۷)کتاب النکاح،باب مایقال للمتزوج.عمل الیوم واللیة لابن السنیؒ(ص۲۰۰)المذکورسابقاً،وسنن ابن ماجة(ص۱۳۷)کتاب النکاح،باب الولیمة وصحیح البخاری(۲/۷۷۴و۷۷۵)باب کیف یدعی للمتزوج

(۴)اگرغائب کے لئے دعا کرنی ہوتو یہ الفاظ کہے اَللّٰھُمّ بَارِکْ لَھُمْ وَبَارِکْ عَلَیْھِمْ. اے اللہ ان کے لئے اوران پر برکت ڈالئے۔

عن الحسن عن عقیل بن ابی طالبؓ انه تزوج امرأة من بنی جشم فقالوابالرفاء والبنین فقال لا تقولوا ھَکذا ولکن قولوا کما قال رسول اللّٰه ﷺ اللھم بارک لھم وبارک علیھم.سنن ابن ماجة (ص۱۳۷)کتاب النکاح،باب تھنیة النکاح.

(۵)بَارَکَ اللّٰہُ لَھَا مِنْکَ وَبَارَکَ لَکَ فِیْھَا. اللہ تعالیٰ اس (دلہن)کے لئے آپ کی ذات میں اورآپ کے لئے اس کی ذات میں برکت ڈالے۔

عن عبداللّٰه بن محمد بن عقیل قال:تزوج عقیلؓ بن ابی طالب فخرج علینا فقلنا:بالرفاء والبنین،فقال:مَهُ،لا تقولوا ذلک،فان النبی ﷺقد نهانا عن ذلک،وقال: قولوا:بارک اللّٰه لها منک،وبارک لک فیها.مسند احمد(۱/۲۰۳)رقم الحدیث(۱۷۳۸)

عبداللہؒ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالبؓ نے نکاح کیا ہمارے، ہاں آئے تو ہم نے کہا بالرفاء والبنین تو انہوں نے کہا نہیں، یہ نہ کہو کیونکہ نبی علیہ السلام نے ہم کو اس سے منع کیا ہے۔

(۶) بَارَکَ اللّٰہُ لَکُمْ وَبَارَکَ عَلَیْکُمْ.

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور تم پر برکت ڈالے۔

عن الحسن ان عقیل بن ابی طالبؓ تزوج امرأۃ من بنی جشم فدخل علیه القوم فقالوابالرفاء والبنین فقال لا تفعلوا ذلک قالوا:فما نقول یاابایزید؟قال:قولوا:بارک اللّٰہ لکم وبارک علیکم،انا کذلک کنانأمر.

مسند احمد(۱/۲۰۴)رقم الحدیث(۱۷۳۹)

حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ نے بنو جُشم کی ایک عورت سے شادی کی تو لوگ ان کے پاس گئے اور ان الفاظ میں مبارک باد دی بالرفاء والبنین تو آپ نے فرمایا کہ ایسے نہ کرو تو انہوں نے کہا اے ابو یزید ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بارک اللہ لکم وبارک علیکم کہو،ہمیں اسی طرح ہی حکم دیا جاتا تھا۔

(۷) بَارَکَ اللّٰہُ لَکُمْ وَبَارَکَ فِیْکُمْ وَبَارَکَ عَلَیْکُمْ.

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور تم میں اور تم پر برکت ڈالے۔

روی بقی بن مخلد من طریق غالب عن الحسن عن رجل من بنی تمیم،قال: کنانقول فی الجاهلیة بالرفاء والبنین،فلماجاء الاِسلام علمنا

نبیناقال:قولوا:بارک اللہ لکم وبارک فیکم وبارک علیکم.

فتح الباری(۹/۲۲۲)

مسند بقی بن مخلدؒ میں ہے حضرت حسن بصریؒ بنو تمیم سے تعلق رکھنے والے ایک صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے زمانے میں بالرفاء والبنین کہا کرتے تھے، جب اسلام آیا تو ہمارے نبی نے ہمیں فرمایا کہ یوں کہا کرو. بارک اللہ لکم وفیکم وبارک علیکم.

(۸)بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ.

عن الحسن یذکر عن عقیل بن ابی طالب انہ تزوج امرأۃ من بنی جشم،فقیل لہ:بالرفاء والبنین،قال:لاتقولواذلک،فان رسول اللہ ﷺنھی عن ذلک،وامرناان نقول:بارک اللہ لک وبارک علیک.

مصنف عبدالرزاق(۶/۱۹۰)کتاب النکاح،باب الترفئۃ،رقم الحدیث(۱۰۴۵۷)ادارۃ القرآن کراتشی ومصنف ابن ابی شیبہ(۹/۳۵۹)کتاب النکاح،باب ماقالوا فی الرجل یتزوج،مایقال لہ؟رقم الحدیث(۱۷۴۹۷)

فائدہ:

بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ وہ نکاح کرنے والے کو بالرفاء والبنین والے الفاظ میں دعادیا کرتے تھے جیسا کہ قاضی شریحؒ سے منقول ہے۔

(۱)عن عدی بن ارطاۃ قال:جئت الی شریح فقلت لہ:انی تزوجت امرأۃً فقال:بالرفاء والبنین .مصنف عبدالرزاق (۶/۱۹۰)کتاب

النکاح،باب الترفئة رقم الحدیث (١٠٤٥٨)

(٢)اخرج ابن ابی شیبة من طریق عمربن قیس الماضی قال: شهدت شریحاً واتاه رجل من اهل الشام فقال:انی تزوّجت امرأة فقال: بالرفاء والبنین. فتح الباری(٩/٢٧٧)وعمدة القاری(١٤/١٧١)

حافظین جلیلین حافظ عسقلانیؒ اور حافظ عینیؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت قاضی شریح ؒ کو نہی کی احادیث نہیں پہنچی تھیں،اس لئے انہوں نے مذکورہ دعا کہی ورنہ اس سے نہی آ چکی ہے۔(ایضاً)

گنجائش اور اجازت

اگر کسی نے مبارک بادی دیتے وقت مذکورہ دعا کہی اور اس کے پیش نظر جاہلیت کا نظریہ نہ تھا تو اس کی گنجائش ہے ،اسے بطور دعا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ اس دعا سے ممانعت کی اصل وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت والے اسے بطورفال پڑھتے تھے نہ کہ بطوردعاء،لہذا اگرکوئی اسے بطوردعاپڑھے تودرست ہے۔مثلاًیوں کہے:اللّٰھم الف بینھماوارزقھمابنین صالحین یایوں کہے الف اللہ بینکما ورزقکما ولدًا ذکراًوغیرہ۔

فتح الباری(٩/٢٧٧)

☆علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ''بالرفاء والبنین'' کی بجائے ''بالرفاء والاولاد'' کے الفاظ کہے جائیں تومکروہ نہ ہوناچاہئے کیونکہ اس میں بچیوں سے نفرت کااظہارنہیں ہوتا۔عمدة القاری(١٤/١٧١)

حدیث سے ثبوت

حافظ ابوبکر ابن السنیؒ نے عمل الیوم واللیة میں پہلے باب باندھا ہے باب مایقول للرجل اذا تزوج اس میں ممانعت کی حدیث ذکر کی ہے پھر باب باندھا ہے باب الرخصة فی ذلک اس میں حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

عن مسروق عن عائشة ؓقالت:دخل علیّ رسول اللہ ﷺمسروراًفقال یاعائشة ان اللہ عزوجل زوّجنی مریم بنت عمران وآسیة بنت مزاحم فی الجنة،قالت،قلت:بالرفاء والبنین یارسول اللہ.قال ابو بکر ابن السنی: کذا کتبت من کتابه.عمل الیوم واللیة(ص ۲۰۱)باب الرخصة فی ذلک رقم الحدیث(٦٧)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام میرے ہاں تشریف لائے اس حال میں کہ آپ بہت خوش تھے فرمایا اے عائشہؓ اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم سے کردیا ہے،حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا ”بالرفاء والبنین “ابو بکر ابن السنیؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اپنے استاد احمد بن ابراہیم المدینی کی کتاب (خط) سے اسی طرح لکھی ہے۔

ترجیح

ترجیح ان دعاؤں کو حاصل ہے جو پہلے بیان کی جاچکی ہیں اوران میں برکت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے،برکت کا لفظ بہت جامع ہے،حافظ

صاحبؒ لکھتے ہیں:

الدعاء للمتزوج بالبركة هو المشروع، ولا شك انها لفظة جامعة يدخل فيها كل مقصود من ولد وغيره. فتح الباری(۹/۲۷۷)

یعنی نکاح کرنے والے کے لئے برکت کی دعا کرنا مشروع ہے اور کوئی شک نہیں کہ برکت کا لفظ جامع ہے، اس میں ہر مقصود داخل ہے، بچہ ہو یا اس کے علاوہ۔

دعاء کا اثر

نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو مذکورہ الفاظ میں دعا دی تھی یعنی بارک اللہ لک، یہ دعا ان کے حق میں قبول ہوئی اور اس کا بڑا اثر ظاہر ہوا۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں:

فلقد رأيتنى ولو رفعت حجراً لرجوت ان اصيب ذهباً اوفضةً. فتح الباری(۹/۲۹۳)

یعنی میری حالت یہ بن گئی تھی کہ اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے امید ہوتی کہ میں سونا یا چاندی پاؤں گا۔

دلہن کو عروسی کے لئے بھیجنے کی دعا

جب دُلہن کو دلہے کے ہاں زفاف اور عروسی کے لئے بھیجا جائے تو یہ دعاء پڑھی جائے على الخير والبركة وعلى خير طائر

عن عائشةؓ تزوجنى النبى ﷺ فأتتنى امى فادخلتنى الدار

فاذانسوۃ من الا نصارفی البیت،یقلن:علی الخیرو البرکۃ وعلی خیرطائر

صحیح البخاری(۲/۷۷۵)کتاب النکاح،باب الدعاء للنسوۃ اللاتی یھدین العروس وللعروس.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے مجھ سے شادی کی تو میری والدہ نے آکر مجھے گھر میں داخل کیا تو کمرے میں انصار کی چند عورتیں تھیں،انہوں نے یہ دعا کہی کہ خیر وبرکت اور نیک شگون کے ساتھ۔

دعاء جماع وملاقات

عن ابن عباسؓ قال قال النبی ﷺ اما لو احد ھم یقول حین یأتی اھلہ بسم اللّٰہ اللھم جنبنی الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا ثم قدر بینھما فی ذلک اوقضی ولدلم یضرہ شیطان ابداً .

صحیح البخاری(۲ /۷۷۶) کتاب النکاح،باب مایقول الرجل اذا اتی اھلہ.

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیوی سے جماع کرتے وقت یہ دعا کہدے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا (اللہ کے نام کے ساتھ،اے اللہ مجھے شیطان سے بچائیں اور تونے مجھے جو (اولاد) دینی ہے شیطان کو اس سے بچائیں) پھر اس کے نتیجہ میں جو اولاد مقدر ہوگی شیطان اسے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

دعوتِ ولیمہ اور نزولِ حجاب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ، وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. الآیۃ

سورۃ الاحزاب (۳۳: ۵۳)

اس آیت کو آیت حجاب اور آیت آداب دعوت کہا جاتا ہے، یہ آیت صحیح قول کے مطابق نبی علیہ السلام کے ایک ولیمہ کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

صحیح البخاری کتاب التفسیر میں حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آیتِ حجاب کے نزول کے بارے سب سے زیادہ میں واقف ہوں کیونکہ میں اس واقعہ میں موجود تھا، ہوا یوں کہ حضرت زینب بنت جحشؓ نکاح کے بعد رخصت ہو کر حرم نبویؐ میں داخل ہوئیں اور مکان میں آپ علیہ السلام کے ساتھ موجود تھیں، آپ علیہ السلام نے ولیمہ کا اہتمام فرمایا اور لوگوں کو دعوت دی، حضرت زینبؓ جس مکان میں تشریف فرما تھیں، اسی میں دعوت ولیمہ کھانے کا اہتمام ہوا، اور اس زمانے میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے مہمانوں کے کھانے کا انتظام زنانہ مکان میں ہی ہوتا تھا، نیز اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، دعوت ولیمہ کھانے کے بعد اکثر حضرات چلے گئے لیکن کچھ حضرات وہیں جم کر آپس میں باتیں کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔

ترمذی، کتاب التفسیر کی روایت کے مطابق حضرت زینبؓ بھی اسی جگہ تشریف فرما تھیں جوکہ حیاء کی وجہ سے دیوار کی طرف اپنا رخ پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں، ان لوگوں کے اس طرح دیر تک بیٹھنے سے رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی۔

آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور دوسری ازواج مطہرات کے پاس ملاقات اور سلام کے لئے تشریف لے گئے تاکہ یہ لوگ اُٹھ کر چلے جائیں، آپ علیہ السلام واپس آئے دیکھا تو وہ بدستور بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، اب ان کواحساس ہواتو منتشر ہو گئے، نبی علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے اور مذکورہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ یہ اب نازل ہوئی۔

صحیح البخاری کتاب التفسیر(۲/۷۰٦)سورۃ الاحزاب، جامع الترمذی(۲/۱۲۷) کتاب التفسیر.

تین آدابِ دعوت

مذکورہ آیت میں دعوت کے تین آداب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) داعی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونا منع ہے **لاتدخلوا بیوت النبی الاان یؤذن لکم.**

(۲) جب گھر میں داخل ہونے اور کھانے کی دعوت دی جائے تو **وقت** سے پہلے جا کر کھانا پکنے کا انتظار نہ کرنا چاہئے بلکہ جب کھانا تیار ہوجائے تب جانا چاہئے **غیر ناظرین اناہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا.**

(۳) کھانے سے فارغ ہو کر وہاں سے چلے جانا چاہئے، وہیں بیٹھ کر بات

چیت کرنااوراہلِ خانہ کو تکلیف دیناغلط بات ہے۔**فاذاطعمتم فانتشرواولا مستانسین لحدیث.**

مسئلہ:

تیسرے ادب کے بارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

یہ عام حالات میں ہے، جہاں عادۃً مہمانوں کا کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنا میزبان کے لئے باعثِ تکلیف ہو، خواہ اس لئے کہ وہ فارغ ہو کر اپنے دوسرے کاموں میں لگنا چاہتا ہے یا اس لئے کہ ان کو فارغ کر کے دوسرے مہمانوں کو کھلانا مقصود ہے اور جہاں حالات اور عادت سے یہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد مہمانوں کا دیر تک باہمی باتوں میں مشغول رہنا میزبان کے لئے موجب کلفت نہیں، وہ اس سے مستثنیٰ ہوگا، جیسا کہ آج کل کی پارٹیوں اور دعوتوں میں رواج ہوگیا ہے، دلیل اس کی آیت کا اگلا جملہ ہے جس میں ارشاد ہے **ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم واللّٰہ لایستحیی من الحق** یعنی کھانے کے بعد باتوں میں مشغول ہونے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے نبی علیہ السلام کو تکلیف پہنچی تھی کیونکہ مہمانوں کے کھانے کا انتظام زنانہ مکان میں ہوتا تھا، وہاں مہمانوں کا دیر تک ٹھہرنا گھر والوں کے لئے موجبِ کلفت ہونا ظاہر ہے۔

معارف القرآن (۱۹۹/۷)۔

مسئلہ:

نبی علیہ السلام کو اگرچہ مہمانوں کے مذکورہ طرزِ عمل سے تکلیف پہنچی مگر

چونکہ اپنے مہمان تھے، اپنی تکلیف کی خاطر اس حالت میں ان کو ادب سکھانے سے حیا ہوئی اور آپ خاموش رہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

اس جملے سے مہمانوں کے اکرام اور خاطر داری کا کتنا بڑا اہتمام معلوم ہوا کہ اگرچہ مہمانی کے آداب سکھانا آپ علیہ السلام کے فرائض میں تھا مگر اپنا مہمان ہونے کی حالت میں آپ علیہ السلام نے اس کو بھی مؤخر کیا، یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آداب سکھانے کا اہتمام فرمایا۔

معارف القرآن (۱۹۹/۷-۱۰۰)۔

دلہن کا خود ولیمہ تیار کرنا اور خدمت کرنا

اگر دلہن ولیمہ کا کھانا خود تیار کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اگر مدعو حضرات کی خدمت کرے تو بھی درست ہے بشرطیکہ مدعو سب اس کے محرم ہوں یا اگر محرم نہ ہوں تو پردہ کے پیچھے سے کھانا تیار کر کے دے، تاہم اگر خوف فتنہ ہو یا معاشرہ میں اسے برا محسوس کیا جاتا ہو تو ایسے موقعہ پر دلہن سے خدمت نہیں لینا چاہیے۔

امام بخاریؒ نے صحیح البخاری (۷۷۸/۲) میں باب قائم کیا ہے، **باب قیام المرأة على الرجال في العرس وخدمتهم بالنفس** یعنی یہ باب اس بارے ہے کہ عورت (دلہن) ولیمہ کے کھانے میں مردوں کا خیال رکھے اور خود ان کی خدمت کرے پھر اسی باب میں حضرت سہل بن سعدؓ کی مندرجہ ذیل حدیث پیش کی ہے۔

عن سهل قال: لما عرس ابو اسيد الساعدى دعا النبى صلى الله

علیه وسلم واصحابه فماصنع لهم طعاماولاقربه اليهم الاامرأته ام اسید،بلت تمرات فی تور من حجارة من اللیل فلما فرغ النبی صلی اللہ علیه وسلم من الطعام اماثته له فسقته تحفةً بذلک.

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جب ابو سید ساعدیؓ (مالک بن ربیعہؓ) نے شادی کی تو نبی علیہ السلام اور آپ کے کچھ صحابہ کو دعوت دی، نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کے لئے ان کی بیوی اُم السید (سلامہؓ بنت وہیب) نے ہی کھانا تیار کیا اور قریب لائیں، اس نے رات سے پتھر کے ایک برتن میں کھجوریں بھگو دی تھیں، جب نبی علیہ السلام کھانے سے فارغ ہوئے تو دلہن نے کھجوروں کو پانی میں ڈال کر نبی علیہ السلام کو بطور تحفہ وہدیہ پلایا۔

اس کے بعد دوسری روایت میں نقل کیا ہے **فکانت امرأته خادمتهم یومئذوهی العروس** یعنی ابو اسیدؓ کی بیوی دلہن ہونے کی حالت میں ان کی خدمت کررہی تھی۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

وفيه جوازخدمةالمرأة زوجهاومن يدعوه عندالامن من الفتنة،وجوازالشرب بمالايسكر فی الوليمة وجوازايثاركبير القوم فی الوليمة بشئ دون القوم. عمدة القاری (۱۴۰/۱۴)

یعنی اس حدیث سے تین مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو عورت (دلہن) اپنے شوہر اور اس کے مدعوین کی خدمت کرسکتی ہے۔

(۲) ولیمہ میں کوئی بھی ایسی چیز پینا اور پلانا جائز ہے جو نشہ آور نہ ہو۔

(۳) ولیمہ میں (بوقت ضرورت) قوم کے بڑے کو کچھ کھلایا پلایا جائے اور عام افراد کو نہیں تو اس کی اجازت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی یہی لکھا ہے، وہ ایک مزید شرط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومراعاة مايجب عليهامن الستر. فتح الباری(۹/۳۱۲)

یعنی عورت اگر خدمت کرے تو اس کا پردہ میں رہنا ضروری ہے۔

نیز ایک چوتھا مسئلہ مستنبط فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وجوازاستخدام الرجل امرأته فی مثل ذلک (ایضاً)

ولیمہ کے موقعہ پر مرد اپنی بیوی سے اس طرح کی خدمت لے سکتا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے بھی اپنے ولیمہ کا کھانا خود تیار کیا تھا جیسا کہ ازواج مطہرات کے ولیموں کے بیان میں آ رہا ہے۔

دعوتِ ولیمہ میں تعاون

ولیمہ کے کھانے میں تعاون کرنا اچھی بات ہے، خاص طور پر اگر کسی غریب شخص کا ولیمہ ہو اور اس کے پاس گنجائش کم ہو، امیر شخص کا تعاون بھی ہوسکتا ہے لیکن اس میں تبادلہ کی صورت نہ بننے پائے یعنی اس نیت سے تعاون کرنا کہ آئندہ جب ہمارا ولیمہ ہو تو وہ تعاون کرے گا یہ درست نہیں، خاص طور پر اس کا رواج بنا لینا اور زیادہ برا ہے، نیوتہ کی رسم بھی اسی طرح وجود میں آئی ہے۔

(۱) جب نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو حضرت انسؓ کی

والدہ ام سلیمؓ نے حیس (خاص قسم کا مخلوط حلوہ) تیار کیا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا، نبی علیہ السلام نے حضرت انسؓ سے فرمایا کہ جاؤ جن مسلمانوں سے ملاقات ہو ان کو ولیمہ کی دعوت دو الخ

صحیح المسلم(۱/۴۶۱)کتاب النکاح،باب زواج زینب بنت جحش الخ

(۲)حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے شادی کی ہے؟انہوں نے فرمایا کہ ہاں،آپ نے فرمایا کہ ولیمہ بھی کیا ہے؟انہوں نے فرمایا کہ نہیں،تو نبی علیہ السلام نے ان کو سونے کی گٹھلی دی اور فرمایا کہ ولیمہ کرو اگرچہ بکری کے ساتھ ہو۔

حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں:

وهذالوصحَ كان فيه ان الشاة من اعانة النبى ﷺ.

فتح الباری(۹/۲۹۳)

یعنی اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نبی علیہ السلام کی اعانت سے بکری ذبح کی تھی۔

(۳)حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے واقعہ میں آتا ہے کہ ان پر نبی علیہ السلام نے زردی کا نشان دیکھا تو آپ علیہ السلام کے سوال پر کہا کہ میں نے شادی کی ہے،آپ نے ولیمہ کا حکم دیا،زردی مردوں کے لئے منع ہے پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے زرد رنگ کیوں لگایا تھا؟

فتح الباری میں اس کے سات جواب دیئے گئے ہیں،ساتواں جواب یہ

ہے:

سابعهاان العروس يستثنىٰ من ذلک لاسيمااذا كان شاباً،ذكر ذلک ابوعبيدقال:وكانوايرخصون للشاب فی ذلک ايام عرسه قال:وقيل:كان فی اول الاِسلام من تزوج لبس ثوبا مصبوغا علامة لزواجه ليعان علی وليمة عرسه.فتح الباری(۹/۲۹۴).

حاصل یہ کہ دلہے کو صفرہ (زردی) کے استعمال کی اجازت ہے اوراس کی حکمت یہ ہے کہ یہ شادی کی نشانی ہے تا کہ لوگ ولیمہ کے سلسلہ میں اس کا تعاون کریں۔

(۴) حضرت صفیہ بنت حییؓ کے ولیمہ میں صحابہ کرامؓ نے تعاون کیا تھا، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من كان عنده شیئ فليجئ به قال وبسط نطعاً قال فجعل الرجل يجيئ بالاقط وجعل الرجل يجئ بالتمروجعل الرجل يجيئ بالسمن فحاسوا حيساً فكانت وليمة رسول اللهﷺ.

صحيح المسلم(۱/۴۵۹)عن انسؓ

یعنی آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے،بعض کھجوریں، بعض پنیراور بعض گھی لائے،ان سب کو ملا کر حیس بنایا گیا،یہی نبی علیہ السلام کا ولیمہ تھا۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:وفيه انه يستحب لا صحاب الزوج وجيرانه مساعدته فی وليمته بطعام من عندهم.

شرح النووی علی المسلم(۴۵۹/۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی کرنے والے کے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے لئے اپنی طرف سے کھانا دے کر اس کا تعاون کرنا مستحب ہے۔

(۴)عن الحکم قال:لماتزوّج بلال اُتی النبی ﷺ بذھب،قال لبلال: "سُق ھذا"ثم قال:"اعینوااخاکم فی ولیمته".مصنف ابن ابی شیبة(۳۳۸.۳۳۷/۹)کتاب النکاح،باب من کان یقول یطعم فی العرس والختان رقم الحدیث(۱۷۴۴۶)قال محمد عوامة:ھذا مرسل واسنادہ صحیح۔وکذا فی مراسیل ابی داؤد(۲۲۶)ولفظه"اجمعوا الاخیکم فی ولیمته"

حضرت حکمؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت بلالؓ نے شادی کی تو نبی علیہ السلام کے پاس سونا آیا تو نبی علیہ السلام نے بلال سے فرمایا کہ یہ لے جاؤ،لوگوں سے فرمایا کہ ولیمہ کے بارے اپنے بھائی کی مدد کرو،اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے بھائی کے لئے ولیمہ کے بارے کچھ جمع کرو۔

یہ حدیث سنن سعید بن منصورؒ(ص۵۸۸)میں بھی نقل کی گئی ہے البتہ اس میں حضرت بلالؓ کی جگہ حضرت صہیبؓ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ حضرت بلال(کمزور اور غریب ترین)کی شادی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ(جوسب صحابہ کرامؓ میں مالدار تھے)کی بہن حضرت ہالہ زہریہؓ سے ہوئی تھی۔تعلیق المصنف لمحمد عوامه(۳۳۸/۹)

ولیمہ میں تعاون کی ترغیب

مذکورہ روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کے ولیمہ میں تعاون کی ترغیب دینا بھی درست بلکہ نیکی ہے البتہ پہلے خود بھی اس کا تعاون کرنا چاہیے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے پہلے خود حضرت بلالؓ یا حضرت صہیبؓ کا تعاون کیا پھر دوسرے حضرات کو ان کے تعاون کی ترغیب دی۔

زکوٰۃ کے ذریعہ تعاون

اگر ولیمہ کرنے والا مستحق زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ کی رقم سے بھی اس کا تعاون کرنے کی اجازت ہے اور یہ درحقیقت تعاون نہ ہوگا بلکہ اپنے فرض کی ادائیگی ہوگی، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اس کو دے کر قابض و مالک بنا دیا جائے پھر وہ یا اس کا وکیل رقم سے کھانا تیار کرے۔ اگر زکوۃ دہندگان نے کھانا تیار کر کے اس کی طرف سے کھلا دیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ یہ اباحت ہے، تملیک نہیں جب کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک اور قبضہ ضروری ہے۔

ولیمہ کا کھانا حاضر ہو جائے تو کھانا چاہیے انتظار منع ہے

بشربن المبارک الراسبیؒ قال: ذهبت مع جدی فی ولیمة فیها غالب القطان قال: فجیئ بالخوان فوضع فمسک القوم ایدیهم فسمعت غالب القطان یقول: مالهم لایاکلون؟ قالوا: ینتظرون الأدم، فقال غالب:

حدثتنا کریمة بنت همام الطائية عن عائشةام المومنينؓان النبی ﷺقال: اكرموا الخبزوان كرامة الخبز ان لاينتظربه"فاكله وأكلنا.مستدرک الحاكم(۱۳۶/۴)کتاب الاطعمة،رقم الحديث(۷۱۴۵/۷۴)وقال الحاكم: هذاحديث صحيح الاسنادولم يخرجاه،وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

بشر بن مبارک راسبیؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا کے ساتھ ایک ولیمہ میں شریک ہوا جس میں غالب قطان بھی موجود تھے،دستر خوان لا کر رکھا گیا تو لوگوں نے اپنے ہاتھ روک لئے ،غالب قطان نے کہا یہ کیوں کھانا نہیں کھا رہے؟ بعض نے کہا کہ وہ سالن کا انتظار کر رہے ہیں تو غالب نے کہا مجھے کریمہ بنت ہمام طائیہ نے حضرت ام المومنین عائشہؓ سے، نبی علیہ السلام کی حدیث بیان کی،آپ نے فرمایا کہ روٹی کا اکرام کرو اور روٹی کا اکرام یہ ہے کہ اس کے ساتھ انتظار نہ کیا جائے پھر انہوں نے کھانا کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔

☆ کھانا آجائے تو انتظار منع ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پورا کھانا آجائے، پہلے سادگی تھی صرف روٹی کی دعوت بھی ہوتی تھی،سالن نہ ہوتا تھا،اس لئے روٹی حاضر ہو جاتی اور سالن حاضر نہ ہوتا تو اس کا مطلب یہی ہوتا کہ ساتھ سالن نہیں لہذا روٹی کھا لینا چاہئے لیکن اب سالن کے بغیر روٹی نہیں دی جاتی لہذا انتظار میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہے۔

حضرت زینبؓ بنت جحش کا ولیمہ

عن ثابت قال:ذکر تزويج زينب بنت جحشؓ عند انس فقال:

مارأیت النبی ﷺ اولم علی احدمن نسائه ماأولم علیها،اولم بشاة .

صحیح البخاری(۲ /۷۷۷)باب من اولم علی بعض نسائه اکثر من بعض و کذافی صحیح المسلم(۱/۴۶۱)وسنن ابی داؤد(۲/۱۷۰)وابن ماجة(ص ۱۳۷)

حضرت انسؓ کے سامنے حضرت زینب بنت جحشؓ کی شادی کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو اپنی ازواج میں سے کسی ایک پر اتنا ولیمہ کرتے نہیں دیکھا جتنا آپ نے حضرت زینبؓ پر کیا تھا، آپ نے ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔

چند وضاحتیں

نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ کا ولیمہ زیادہ کیوں دیا تھا؟ اس کی مختلف وجوہات ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) امام کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بطور شکرِ نعمت کے حضرت زینبؓ کا ولیمہ زیادہ دیا، حضرت زینبؓ سے نکاح کے سلسلہ میں آپ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت اور نوازش یہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کردیا تھا اور وحی کے ذریعہ بتلادیا تھا، یہ نکاح عام نکاحوں سے مختلف تھا، اس میں نہ ولی موجود تھا اور نہ گواہ تھے، قرآن کریم میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا (الاحزاب:۳۷)

پس جب زیدؓ نے ان سے حاجت پوری کر لی تو ہم نے آپ کا ان سے نکاح کرا دیا۔

اس نعمت کے طور پر آپ علیہ السلام نے بڑا ولیمہ دیا۔علامہ عینیؒ نے اس قول کو احسن الوجوہ فرمایا ہے۔عمدۃ القاری(۱۴ر۱۲۷)یعنی سب سے بہتر توجیہ یہی ہے۔

(۲)بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بیانِ جواز کے لئے زینبؓ کے نکاح میں بکری ذبح کی اور دوسری ازواج کے نکاح میں ذبح نہیں کی۔

بیانِ جواز کے دو مطلب ہوسکتے ہیں(۱) بکری کے علاوہ ولیمہ بھی جائز ہے (۲)ایک شخص متعدد نکاح کرے تو سب نکاحوں کا ولیمہ ایک جیسا ہونا ضروری نہیں،کم وبیش ہوسکتے ہیں۔

(۳)مذکورہ دو توجیہات اس بات پر مبنی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے قصداً بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ زیادہ دیا اور بعض کا کم،شارح بخاری امام ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنے اختیار سے تفضیل (کمی بیشی) نہیں کی بلکہ اتفاقاً ایسا ہوا ہے یعنی حضرت زینبؓ کے نکاح کے وقت بکری کی گنجائش تھی تو بکری ذبح کردی اور دوسرے نکاحوں کے وقت بکری کی گنجائش نہ تھی جو میسر آیا ولیمہ کردیا،اگر دوسرے نکاحوں کے وقت بھی بکری میسر ہوتی تو اسی سے ولیمہ کرتے کیونکہ آپ سب سے زیادہ سخی تھے۔

فتح الباری(۹/۲۹۶)وعمدۃ القاری(۱۴/۱۲۷)

☆مذکورہ حدیث میں حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت زینبؓ کے نکاح میں بکری ذبح کی گئی اور یہ نبی علیہ السلام کا سب سے بڑا ولیمہ تھا،اس پر اشکال یہ ہے کہ عمرہ قضاء کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں حضرت میمونہ بنت

الحارثؓ سے نکاح فرمایا تو بکری سے بھی بڑا ولیمہ کیا، جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے سب اہل مکہ کو دعوت دی، اگر چہ وہ شریک نہ ہوئے۔

دوسرے یہ نکاح فتح خیبر کے بعد ہوا تھا اور فتح خیبر کے بعد تمام مسلمانوں کی مالی حالت مستحکم ہو چکی تھی، گنجائش تھی، اس لئے نبی علیہ السلام نے بڑا ولیمہ کیا۔

اس اشکال کے دو جواب ہیں۔

(۱) حضرت انسؓ کی مذکورہ بات اپنے علم تک محدود ہے یعنی وہ فرما رہے ہیں کہ میرے علم کے مطابق سب سے بڑا ولیمہ حضرت زینبؓ کا تھا جبکہ نفس الامر میں بڑا ولیمہ حضرت میمونہؓ کا تھا۔

(۲) حضرت انسؓ کو بھی معلوم تھا کہ سب سے بڑا ولیمہ حضرت میمونہؓ کا تھا انہوں نے حضرت زینبؓ کے ولیمہ کو برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا فرمایا ہے کیونکہ اس میں ایک بکری کئی صحابہ کرامؓ کے لئے کافی ہو گئی تھی جو کہ نبی علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

حافظ ابن حجرؒ کے بقول مدعو صحابہ کرامؓ ایک ہزار تھے، ایک بکری سب کو کافی ہو گئی تھی۔

فتح الباری(۹/۲۹۶) وعمدۃ القاری(۱۴/۱۲۷)

تعارض اور اس کا حل

حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے متعلق حضرت انسؓ کی مذکورہ روایات میں تصریح ہے کہ نبی علیہ السلام نے بکری ذبح کی تھی اور خود ولیمہ دیا تھا لیکن صحیحین میں ہی حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت زینبؓ سے رسم عروسی ادا

فرمائی تو میری والدہ حضرت ام سلیمؓ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا چاہیے، چنانچہ انہوں نے کھجوروں، پنیر اور گھی کا حیس بنا کر ایک برتن میں ڈالا اور مجھے فرمایا کہ یہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں لے جاؤ، میری طرف سے ان کو سلام کہنا اور عرض کرنا کہ یہ حقیر سا ہدیہ ہے، قبول فرمالیں، چنانچہ میں حیس لیکر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے حیس پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور کچھ پڑھا پھر مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں کو بلاؤ بلکہ جس سے بھی آپ کی ملاقات ہوا سے بلاؤ، چنانچہ میں نے ان کو بلایا، دس دس حضرات آتے گئے اور کھانا کھاتے گئے، چنانچہ وہ سب سیر ہو گئے الخ

صحیح البخاری (۲ /۷۷۵، ۷۷۶) وصحیح المسلم (۱ /۴۶۱، ۴۶۲)۔

جوابات

اس تعارض کے تین جوابات دیئے گئے ہیں۔

جواب (۱) حضرت قاضی عیاضؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں کسی راوی کو وہم ہوا ہے، یہ دو الگ واقعات ہیں راوی نے ان کو ایک کر دیا ہے۔

جواب (۲) امام قرطبیؒ نے قاضی عیاضؒ کے جواب کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے، راوی کی طرف سے کوئی وہم نہیں ہوا۔

تطبیق یہ ہے کہ پہلے نبی علیہ السلام نے بکری ذبح کر کے ولیمہ دیدیا اور صحابہ کرامؓ چلے گئے، دو تین حضرات وہیں بات چیت میں مشغول رہے، اتنے میں حضرت انسؓ حیس لے آئے، نبی علیہ السلام نے حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ دوسرے حضرات کو بھی بلالو، چنانچہ ان کو بلایا، وہ سب سیر ہو گئے۔

(۳) حافظ ابن حجرؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ اس توجیہ کی بھی ضرورت نہیں کہ حضرات ولیمہ کھا کر چلے گئے، بلکہ جب نبی علیہ السلام نے ولیمہ تیار فرمایا تو حضرت انسؓ حیس بھی لے آئے، صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ السلام کا اپنا تیار کردہ ولیمہ (جس میں بکری کا گوشت اور روٹی تھی) اور حیس دونوں تناول فرمائے۔

فتح الباری (۹ / ۲۸۳)

حضرت میمونہ بنت الحارثؓ کا ولیمہ

حضرت میمونہ بنت الحارثؓ کا ولیمہ مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے بڑا ولیمہ تھا۔

حضرت صفیہ بنت حییؓ کا ولیمہ

حضرت صفیہؓ کا ولیمہ بالکل سادہ تھا، بناء (شب عروسی) کے بعد صبح نبی علیہ السلام نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جس کے پاس کھانے پینے کی جو چیز ہو دستر خوان پر لے آئے، چنانچہ کسی کے پاس کھجوریں تھیں، کسی کے پاس پنیر، کسی کے پاس گھی وغیرہ، یہ سب اشیاء جمع کر کے حیس بنا لیا گیا اور صحابہ کرامؓ نے مل کر کھایا۔

حیس کی حقیقت

حیس مالیدہ کو کہا جاتا ہے یعنی وہ خاص قسم کا چورا، کھانا اور حلوہ جو گٹھلی نکالی گئی کھجوروں، پنیر اور گھی کے ملانے سے بنایا جاتا ہے، ایک شاعر کہتا ہے۔

واذا تکون کریھة اُدعیٰ لھا.... واذا یحاس الحیس یُدعیٰ جندب

جب مصیبت اور لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو مجھے اس کی طرف بلایا جاتا ہے اور جب مالیدہ تیار کیا جاتا ہے تو میرے رقیب جندب کو دعوت دی جاتی ہے۔

لہذا حضرت صفیہؓ کے ولیمہ کے بارے جو بعض روایات میں حیس کا لفظ آیا ہے اور بعض میں کھجور، پنیر اور گھی سے مخلوط کھانے کا، ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ دونوں کا مفہوم ایک ہے۔

(۱) عن انسؓ قال: اِقام النبی ﷺ بین خیبر والمدنیة ثلثاً یبنی علیه بصفیة بنت حیبی فدعوت المسلمین الی ولیمة فما کان فیها من خبز ولا لحم، امر بالانطاع فالقی فیها من التمر و الأقِط والسمن فکانت ولیمته الخ صحیح البخاری (۲/۷۷۵) کتاب النکاح، باب البناء فی السفر.

(۲) عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ اعتق صفیة وتزوجها وجعل عتقها صداقها واولم علیها بحیس. صحیح البخاری (۲/۷۷۷)

(۳) فاصبح النبی ﷺ عروساً فقال: من کان عنده شیئ فلیجیئ قال: وبسط نطعاً قال: فجعل الرجل یجیئ بالاقط وجعل الرجل یجیئ بالتمر وجعل الرجل یجیئ بالسمن فحاسوا حیساً فکانت ولیمة رسول اللہ ﷺ.

صحیح المسلم (۱/۴۵۹) عن انس، وفیه عنه فی روایة فلما اصبح قال رسول اللہ ﷺ من کان عنده فضل زاد فلیأتنا به.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ

حضرت ام سلمہؓ خود اپنا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ نبی علیہ السلام سے میرا نکاح

ہواتو مجھے آپ علیہ السلام نے حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے کمرے میں بھیجا،وہاں گھڑے میں کچھ جو تھے وہ میں نے نکالے اور ان کو پیسااور عصیدہ(ایک قسم کا کھانا جو گھی آٹا ملا کر تیار کیا جاتا ہے)بنانے کے لئے ہانڈی میں ڈالا،اور کچھ چربی ڈال کر سالن تیار کیا،یہی نبی علیہ السلام کا طعام یعنی ولیمہ تھا۔

عن صفية بنت شيبة قالت:اولم النبیﷺ علی بعض نسائه بمدين من شعير.

صحيح البخاری (۲/۷۷۷)کتاب النکاح،باب من اولم باقل من شاة.

حضرت صفیہ بنت شیبہؓ کہتی ہیں کہ نبیؐ علیہ السلام نے اپنی بعض عورتوں(بیویوں)پر جو کے دومد کا ولیمہ فرمایا ہے۔

اس روایت میں یہ تعیین نہیں کی گئی کہ وہ کونسی زوجہ مطہرہ تھیں؟حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس کی تصریح تو نہ مل سکی لیکن اقرب یہ ہے کہ اس سے ام سلمہؓ مراد ہیں اور انہوں نے اس کی تائید میں طبقاتِ ابن سعد اور مسند احمد کی کچھ روایات سے استدلال فرمایاہے،وہ یہ ہیں۔

(۱)قالت فاخرجت حبات من شعير كانت فی جرو،اخرجت شحماًفعصدته له الخ مسند احمد(۱۰/۲۰۲)رقم الحديث(۲۶۶۸۱)

(۲)قالت:فوضعت ثقالی فاخرجت حبات من الشعير.

مسند احمد(۱۰/۲۰۲)رقم الحديث(۲۶۶۸۲)

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رخصتی کے بعد

میں نے گھڑے سے تلچھٹ ہٹا کر جو نکالے اور چربی لیکر عصیدہ بنایا۔

فتح الباری(۹ / ۲۹۸)واوجز المسالک(۹ / ۴۴۴)

شبہ اور اس کا جواب

اس پر شبہ یہ ہے کہ المعجم الاوسط للطبرانی میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ام سلمہؓ کے نکاح میں کھجور اور گھی (حیس) کا ولیمہ دیا تھا۔

عن انسؓ قال:اولم رسول اللهﷺ علی ام سلمة رضی الله تعالی عنهابتمروسمن،قلت:له فی الصحیح اولم علی صفیة،لم یروه عن حمیدالا شریک.

مجمع البحرین فی زوائدالمعجمین(۲/۱۸۹)کتاب الولیمة والعقیقة،باب الولیمة بغیر شاة رقم الحدیث(۱۸۸۵)وقال محمدحسن الشافعی فی التعلیق علیه:اسناده ضعیف فیه شریک بن عبدالله النخعی صدوق یخطئ کثیراتغیر حفظه منذ ولی القضاء والحدیث اخرجه الطبرانی فی الاوسط(٦ / ۴۳)الحدیث(۵۷۴۳)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ پر کھجوروں اور گھی کا ولیمہ دیا تھا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے،جیسا کہ مجمع البحرین کی تخریج میں اس کی تصریح کردی گئی ہے۔

نیز صاحب مجمع البحرین امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ شریک بن عبداللہ اس

حدیث کو حمید سے نقل کرنے میں متفرد ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت صفیہؓ کے ولیمہ کا بیان ہے اور صحیح روایت حمید عن انسؓ کی ہے، یہاں یا تو شریک بن عبداللہ سے وہم ہوا ہے کیونکہ وہ سیئ الحفظ تھے، قاضی بننے کے بعد ان کے حافظہ میں تغیر آ گیا تھا اور کثرت سے غلطی کرتے تھے یا شریک سے روایت کرنے والے جندل بن والق بن ہجرس التغلبیؒ کو وہم ہوا ہے کیونکہ امام مسلمؒ اور امام بزارؒ نے ان کی تضعیف کی ہے، اگرچہ ابو حاتم رازی اور بستی نے ان کو قوی کہا ہے۔

فتح الباری(۹ / ۲۹۸)

مُد ین کی مقدار

مُد بضم المیم ایک پیمانہ کا نام ہے جو صاع کا ایک چوتھائی (۱/۴) بنتا ہے اور صاع چونکہ ساڑھے تین کلو یا ساڑھے چار کلو کے برابر ہوتا ہے لہٰذا دو مد پونے دو کلو یا سوا دو کلو ہوئے یعنی حضرت ام سلمہؓ کے ولیمہ میں پونے دو یا سوا دو کلو جو کھلایا گیا تھا۔

☆عن ابی ہریرۃؓ ان النبی ﷺ اولم علی بعض نسائه بقدر من هريسة.

مجمع البحرين (۱۸۹/۲) كتاب الوليمة والعقيقة، باب الوليمة بغير الشاة، رقم الحديث (۱۸۸۴) وفي التعليق عليه: اسناده حسن، اخرجه الطبراني في الاوسط (۲۰۴،۲۰۳/۳) الحديث (۲۹۲۸)

انظر مجمع الزوائد (۵۳/۴)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

بعض ازواج پر ہریسہ کے بقدر ولیمہ کیا۔

ہریسہ اس حلوے کو کہا جاتا ہے جو آٹے، گھی اور شکر کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔

☆عن انس بن مالکؓ قال شهدت للنبی ﷺ ولیمة مافیها لحم ولا خبز قال ابن ماجة: لم یحدث به الا ابن عیینة.

سنن ابن ماجة (ص ۱۳۷) کتاب النکاح، باب الولیمة، موطا الا مام مالک (ص ۱۹۸).

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نبی علیہ السلام کے ایک ایسے ولیمہ میں حاضر ہوا ہوں، جس میں نہ گوشت تھا اور نہ روٹی۔

حضرت علیؓ وفاطمہؓ کا ولیمہ اورنکاح

حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کے ولیمہ میں کشمش اور کھجوریں دی گئی تھیں۔

(۱) عن جابر بن عبداللہؓ قال: حضرنا عرس علی بن ابی طالب وفاطمة بنت رسول اللہ ﷺ فمارأینا عرساً کان احسن منه وهیألنا رسول اللہ ﷺ زبیبا وتمرا فأکلنا وکان فراشهما لیلة عرسها اهاب کبش.

مجمع البحرین (۲/ ۱۹۰) کتاب الولیمة والعقیقة، باب الولیمة بغیر شاة، رقم الحدیث (۱۸۸۷)

وفی التعلیق علیه: اسناده ضعیف، فیه مسلم بن خالد الزنجی صدوق کثیر الاوهام والحدیث اخرجه الطبرانی فی الاوسط (۶/ ۲۹۰) الحدیث (۱۸۹۰) انظر مجمع الزوائد (۴/ ۵۳)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی میں

حاضر ہوئے تو ہم نے اس سے اچھی شادی نہیں دیکھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے کشمش اور کھجوریں تیار کیں پس ہم نے کھائیں اور شادی کی رات ان کا بچھونا مینڈھے کی کھال تھی۔

(۲)عن عائشة وام سلمةؓ قالتاامرنارسول الله ﷺ ان نجهزفاطمة حتى ندخلهاعلى عليؓفعمدناالى البيت ففر شنا ترابا لينا من اعراض البطحاء ثم حشونا مرفقتين ليفاً فنفشناه بايدينا ثم اطعمنا تمراوزبيباً وسقينا ماء عذباً وعمدناالى عودفعرضناه في جانب البيت ليلقى عليه الثوب ويعلق عليه الثوب ويعلق عليه السقاء فمارأيناعرسا احسن من عرس فاطمة.

سنن ابن ماجة(ص۱۳۷)باب الوليمة، كتاب النكاح.

حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم حضرت فاطمہؓ کو تیار کر کے حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیں، تو ہم کمرے میں گئیں اور بطحاء کے اطراف کی نرم مٹی سے کمرے کا فرش ڈالا پھر ہم نے کھجور کے چھلکوں سے دوسرہانے بھرے اور اس کو پھیلانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے دُھنا پھر ہم نے کھجوریں اور کشمش کھلائی اور میٹھا پانی پلایا اور ایک لکڑی اٹھا کر کمرے کے ایک کنارے میں کھڑی کر دی تا کہ اس پر کپڑے ڈالے اور لٹکائے جائیں اور مشکیزہ لٹکایا جائے پس ہم نے حضرت فاطمہؓ کی شادی سے اچھی شادی کوئی نہیں دیکھی۔(یعنی برکت اور کم خرچہ کے اعتبار سے، کیونکہ زیادہ خرچہ نحوست کا ذریعہ ہے)انجاح الحاجة حاشية ابن ماجة(ص۱۳۷)

طفیلی کی تعریف اور وجہ تسمیہ

جو شخص بغیر دعوت کے ولیمہ میں شرکت کرے اسے طفیلی کہا جاتا ہے، طفیلی قبیلہ بنو عبداللہ بن غطفان کے ایک شخص طفیل کی طرف نسبت ہے، یہ شخص بغیر بلائے دعوتوں میں کثرت سے شریک ہوتا تھا، جس کی وجہ سے اس کا نام ''طفیل العرائس'' پڑگیا، پھر جو شخص بھی بغیر دعوت کے ولیمہ میں شریک ہوتا اس کو طفیلی کہا جانے لگا، اہل عرب ایسے شخص کو ''وارش'' اور ''ضیفن'' بھی کہتے تھے، ضیفن ضیف (مہمان) سے ہے، اس میں نون زائد ہے، امام کرمانیؒ نے لکھا ہے کہ اس نام میں تبعیت کے اعتبار سے لفظ اور معنیٰ میں مناسبت موجود ہے، جس طرح کہ لفظ ''ضیفن'' میں حرفِ نون لفظ ''ضیف'' کے تابع ہے، اسی طرح طفیلی شخص بھی مہمان کا تابع بن کر شریک ہوتا ہے۔

تکملة فتح الملهم شرح صحيح المسلم(٥ /٢٨)كتاب الاطعمة وفتح الباری(٩/٧٠٠)كتاب الاطعمة باب الرجل يتكلف الطعام لأخوانه.

بن بلائے شرکت کا حکم

دعوتِ عامہ میں ہر شخص شریک ہوسکتا ہے خواہ اسے خصوصی طور پر دعوت نہ ہو، عام دعوت کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ جس کو اطلاع ہو وہ شرکت کرسکتا ہے اور دعوت خاصہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں صرف وہی شخص شرکت کرے گا جس کو دعوت دی گئی ہے، بن بلائے شرکت کرنا صحیح نہیں ہے، حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

چند مسائل

☆مدعو اور مہمان کے ساتھ اگر طفیلی جانا چاہے تو وہ بھی اس کو اجازت نہ دے البتہ چند صورتوں میں اجازت دے سکتا ہے۔

(۱) وہ عام دعوت ہو۔

(۲)داعی نے صراحۃً اجازت دیدی ہو یعنی اس کو کہا ہو کہ آپ کسی کو ساتھ لانا چاہیں تو لے آئیں۔

(۳)مدعو کو معلوم ہو کہ داعی اس کے بارے رضا مند ہوگا۔

(۴)داعی اور اس مدعو میں بے تکلفی ہے،اسے یقین یا غالب گمان ہے کہ داعی کو ناگواری نہ ہوگی۔

(۵)طفیلی بھوکا اور سخت ضرورت مند ہے۔

☆ایک قول یہ ہے کہ طفیلی کو مت روکے،وہاں جاکر اجازت لے لے، نبی علیہ السلام نے ابوشعیبؓ کی دعوت میں طفیلی کو روکا نہ تھا۔

مرقاۃ المفاتیح(۲۵۴/۶)وتکملۃ فتح الملھم(۲۸/۴)

☆مدعو کے لئے مستحب ہے کہ داعی سے طفیلی کے لئے از خود اجازت لے لے یعنی کہہ دے کہ میرے ساتھ فلاں آیا ہے جسے آپ نے دعوت نہیں دی،اگر مناسب سمجھیں تو اس کو بھی اجازت دے دیں۔

☆اگر مہمان زیادہ ہوں،طفیلی کی از خود پہچان نہ ہو سکتی ہو تو داعی کے سامنے اس کا نام لے کر تعیین نہیں کرنی چاہیے تاکہ اس کو شرمندگی نہ ہو،اس کے لئے غیر متعین طریقے سے اجازت لینا چاہیے،آگے حدیث آ رہی ہے کہ حضرت

ابوشعیبؓ نے نبی علیہ السلام سمیت پانچ افراد کی دعوت کی تھی،ایک چھٹا شخص بھی ساتھ ہولیاتو نبی علیہ السلام نے اس کا نام لئے بغیر فرمایا:

یااباشعیب؛ان رجلاتبعنا فان شئت اذنت لی وان شئت ترکته.

اے ابوشعیب ہمارے ساتھ ایک اور آدمی بھی آیا ہے اگر آپ چاہیں تو اسے اجازت دیدیں اور اگر چاہیں تو نہ دیں۔

نیزاس حدیث کے راوی حضرت ابومسعودؓ انصاری صحابی ہیں،انہوں نے یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے اس شخص کا نام ذکرنہیں کیاتھااور آج تک اس شخص کو کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون تھا؟

☆داعی کیلئے مستحب یہ ہے کہ طفیلی کو اجازت دے دے بشرطیکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو،اگر مفسدہ ہوتواجازت نہ دے مثلاًاس سے حاضرین کو تکلیف پہنچ رہی ہویااس سے کوئی ایسی بات سرزد ہو رہی ہے جوحاضرین کے لئے باعثِ کراہت ہے یاوہ فسق وفجور میں مشہور ہے،اس کی وجہ سے حاضرین پر انگلی اُٹھ سکتی ہے۔شرح النووی علی المسلم(۱۶۷/۲)

☆اگر داعی اس کو اجازت نہ دے تو جائز ہے البتہ اس کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے بلکہ نرمی سے واپس کر دے،نیز اس کو اس کے لائق کچھ کھانادے کر واپس کر دے تو زیادہ بہتر ہے۔(ایضاً)

☆عن ابی مسعودالانصاریؓ قال: کان رجل من الانصاریکنی اباشعیب کان له غلام لحّام فقال:اصنع لی طعاماًیکفی خمسة لعلّی ادعو النبی ﷺ خامسَ خمسة فصنع له طعیماثم اتاه فدعاه فتبعهم رجل فقال

النبی ﷺ یااباشعیب ان رجلا تبعنافان شئت اذنت له وان شئت ترکته قال:لابل اذنت له.مشکوة المصابیح(۲/۲۷۸)باب الولیمة،عن الصحیحین،صحیح البخاری(۲/۸۲۱)قبیل کتاب العقیقة،باب الرجل یدعی الی طعام فیقول:وهذامعی الخ وصحیح المسلم(۲/۱۷۶)باب مایفعل الضیف اذاتبعه غیرمن الخ کتاب الاشربة وجامع الترمذی(۲/۳۳۵)ابواب النکاح،باب ماجاء فی من یجیئ الی الولیمة بغیردعوة و مسنداحمدبن حنبل(۶/۷۰،۷۱)رقم الحدیث(۱۷۰۸۴)وفیه ایضا(۶/۷۲)رقم الحدیث(۱۷۰۹۲)ورواه البیهقی فی السنن الکبری(۷/۲۶۴/۲۶۵)باسانیده الثلاثة،کتاب الصداق،باب من لم یدع ثم جاء فاکل لم یحل له مااکل الابان یحل له صاحب الولیمة وسنن الدارمی(۲/۱۴۳/۱۴۴)کتاب الاطعمة،باب فی الولیمة(۲۰۶۸)

حضرت ابومسعودانصاریؓ(عقبہ بن عمرو) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جس کی کنیت ابوشعیبؓ تھی،کا ایک غلام تھا جو گوشت کا کام کرتا تھا،انہوں نے غلام سے کہا کہ میرے لئے پانچ افراد کا کھانا تیار کردو،میں نے پانچ افراد کو دعوت دینی ہے،نبی علیہ السلام پانچویں ہوں گے،تواس نے کھاناتیارکیاوہ آیااورنبی علیہ السلام کودعوت دی،توایک شخص ان کے ساتھ چل پڑاتونبی علیہ السلام نے فرمایااے ابوشعیب ایک آدمی ہمارے ساتھ آیاہے،اگرآپ چاہیں تواس کواجازت دیدیں اوراگرچاہیں تونہ دیں،انہوں نے کہاکہ نہیں،اجازت ہے۔

سب شرکاءِ مجلس کو دعوت

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص شخصیت کی دعوت کرنی ہو اور اس وقت مجلس میں مزید کئی شرکاء اور ساتھی ہوں تو ان سب کو دعوت دینا مستحب ہے۔

ساتھی کی شرکت پر اصرار

اگر داعی نے ایک شخص کو خصوصی دعوت دے دی اور اس کے کسی قریبی ساتھی، دوست، وغیرہ کو نظر انداز کر دیا تو یہ مدعو اس قریبی دوست یا ساتھی کو دعوت میں شریک کرنے پر اصرار کر سکتا ہے اور اس اصرار کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

(۱) ان دونوں میں رفاقت بہت گہری ہے۔

(۲) دوسرا شخص بھوکا پیاسا ہے اور اسے کھانے کی سخت ضرورت ہے۔

(۳) مدعو سمجھتا ہے کہ داعی کو اس شخص سے بلاوجہ بغض وعداوت ہے۔

(۱) فی مسند احمد (۷/۲/۲) عن ابی مسعودؓ ان رجلا من قومه یقال له: ابوشعیب صنع طعاماً فأرسل الی النبی ﷺ "ائتنی انت وخمسة معک" قال: فبعث الیه ان "ائذن لی فی السادس"

ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ ان کی قوم کے ایک شخص ابو شعیبؓ نے کھانا تیار کیا اور نبی علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ آپ اور آپ کے ساتھ پانچ افراد تشریف لے آئیں، نبی علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ مجھے چھٹے آدمی کی اجازت بھی دیدیں۔

(۲)عن انسؓ ان جاراًلرسول اللهﷺ فارسیاً کان طیّبَ المرق فصنع لرسول الله ﷺ ثم جاء یدعوه فقال وهذه لعائشةؓ فقال لا،فقال رسول اللهﷺ لا،فعادیدعوه فقال رسول اللهﷺ وهذه قال لا،قال رسول الله ﷺلا ثم عادیدعوه فقال رسول اللهﷺ وهذه،قال نعم فی الثالثة فقامایتدافعان حتی اتیامنزله.صحیح المسلم(۱۷۶/۲)کتاب الاشربة،باب مایفعل الضیف الخ وسنن النسائی(۱۰۴/۲)کتاب النکاح،باب الطلاق بالاشارة المفهومة،ومسنداحمد(۲۴۸/۴)رقم الحدیث(۱۲۲۴۵)وسنن الدارمی(۱۴۳/۲)کتاب الاطعمة،باب فی الولیمة،رقم الحدیث(۲۰۶۷)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک فارسی پڑوسی تھا جو اچھا سالن پکانے کا ماہر تھا،اس نے نبی علیہ السلام کے لئے کھانا تیار کیا پھر آ کر دعوت دی،تو نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے فرمایا کہ یہ بھی؟(یعنی عائشہؓ کو بھی دعوت ہے؟)تو اس نے کہا نہیں،تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پھر مجھے بھی دعوت قبول نہیں،وہ پھر آیا اور دعوت دی،نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھا تو اس نے کہا نہیں،نبی علیہ السلام نے فرمایا میں بھی نہیں آ سکتا پھر دوبارہ آ کر دعوت دی تو نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھا تو اس نے تیسری بار کہا ہاں،تو آپ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ اس کے گھر پہنچ گئے۔

وجوہِ اصرار

نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ کو دعوت میں شریک کرنے پر کیوں اصرار

فرمایا؟اس کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

(۱)علامہ ابو الحسن السندیؒ شرح النسائی میں لکھتے ہیں کہ شاید اس وقت کا مقتضیٰ یہ تھا کہ نبی علیہ السلام اکیلے نہ جائیں،اس بناء پر آپ علیہ السلام نے اکیلے جانا پسند نہ کیا اور حضرت عائشہؓ کی شرکت پر اصرار کیا اور دعوت قبول کرنے کو اس پر معلق کیا۔شرح النسائی(۱۰۴/۲)

(۲)امام نوویؒ نے یہ وجہ لکھی ہے کہ ترکِ دعوت کے گزشتہ اعذار میں سے کوئی عذر موجود تھا لہذا آپ کو اختیار تھا،آپ نے اولاً ایک جائز یعنی ترکِ دعوت کو اختیار کیا اور حضرت عائشہؓ کی شرکت پر اس لئے اصرار کیا کہ وہ فاقہ کا زمانہ تھا،نبی علیہ السلام کی طرح وہ بھی فاقہ سے تھیں،نبی علیہ السلام نے یہ گوارہ نہ کیا کہ آپ اکیلے کھا آئیں اور وہ بھوکی بیٹھی رہیں،حسنِ معاشرت،حقوقِ مصاحبت اور آدابِ مجالستہ کا یہی مقتضیٰ تھا،جب اس نے حضرت عائشہؓ کو بھی اجازت دے دی تو آپ نے دوسرے جائز یعنی قبولیتِ دعوت کو ترجیح دے دی۔

شرح المسلم للنووی(۱۷۶/۲)

(۳)حافظ ابن حجر عسقلانیؒ یہ وجہ لکھتے ہیں کہ داعی کا مدعو کے ہم مجلس کو دعوت دینا بھی مستحب ہے،یہاں داعی نے حضرت عائشہؓ کو دعوت نہ دی حالانکہ وہ وہاں بیٹھی ہوئی تھیں،اور ان کو ضرورت بھی تھی،اس بناء پر اصرار کیا۔

نیز یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ نبی علیہ السلام بہت سخی تھے،اکیلے کھانے کی عادت نہ تھی،اس لئے حضرت عائشہ کو بھی شامل کرنا چاہا۔

فتح الباری(۷۰۰/۹)کتاب الاطعمة،باب الرجل یتکلف الطعام

لاخوانه.

نبی علیہ السلام نے جب حضرت عائشہؓ کی شرکت پر اصرار کیا تو فارسی داعی نے ان کو دعوت کیوں نہ دی، اس نے دعوت نہ دینے پر کیوں اصرار کیا؟ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے نبی علیہ السلام کو فاقہ زدہ دیکھ کر صرف آپ کے لئے کھانا تیار کیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اگر حضرت عائشہ بھی آجائیں تو شاید کھانا پورا نہ ہو، مجھے بھی شرمندگی اٹھانی پڑ جائیگی اور نبی علیہ السلام کی بھوک بھی ختم نہ ہو گی، اور نبی علیہ السلام اس لئے اصرار کر رہے تھے کہ آپ کی برکت سے کھانا دونوں کے لئے کافی ہو سکتا تھا جیسا کہ متعدد واقعات ہیں کہ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے تھوڑے سے کھانے میں اتنی برکت ڈال دی کہ وہ کئی لوگوں کو کافی ہو گیا۔ فتح الباری(۹/ ۷۰۰) وتکملة فتح الملهم(۴/ ۳۰)

(۴) استاذ مکرم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے نبی علیہ السلام اور مذکورہ داعی کے اصرار کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مذکورہ داعی کے دل میں حضرت عائشہؓ کی قدر و منزلت اور اکرام کے سلسلہ میں کوتاہی پائی جاتی تھی اور نبی علیہ السلام کو بذریعہ وحی یا قرائن قویہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت عائشہؓ کو دعوت نہ دینے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا بلکہ قلتِ اہتمام اور قدر و منزلت کی کوتاہی ہے، اس کوتاہی کو دور کرنے کے لئے آپ علیہ السلام نے اصرار فرمایا ورنہ ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اکیلے دعوت قبول کی اور قبولیت کو حضرت عائشہؓ کی شرکت پر موقوف نہ کیا:

تکملة فتح الملهم(۴/ ۳۱)

(۳)عن نافع قال قال عبد اللّٰہ بن عمرؓ قال رسول اللّٰہ ﷺ من دعی فلم یجب فقد عصی اللّٰہ ورسولہ ومن دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیرا.

سنن ابی داؤد(۲ /۱۶۹)اول کتاب الاطعمۃ،باب ماجاء فی اجابۃ الدعوۃوالسنن الکبری للبیھقی(۷ /۲۶۵)باب من لم یدع الخ کتاب الصداق.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔نے ارشادفرمایا کہ جس کو دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو بلا شبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو شخص بن بلائے داخل ہو تو وہ چور ہو کر داخل ہوتا ہے اور ڈاکہ ڈال کر نکلتا ہے۔

یعنی وہ چور کی طرح چھپ کر ولیمہ میں شرکت کرتا ہے پھر اگر کھالے یا اپنے ساتھ کچھ لے جائے تو وہ ڈاکو اور غاصب کی طرح شمار ہوگا کیونکہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر کھا رہا ہے ۔بذل المجھود(۴ /۳۴۵)

(۴)عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللّٰہ ﷺ من دخل علی قوم لطعام لم یدع الیہ فأکل دخل فاسقاواکل مالا یحل لہ وقد قیل:عن بقیۃ عن یحیی بن خالد عن روح عن لیث عن مجاھد عن ابی ھریرۃؓ وھو باسناد یھمالم یروہ عن روح بن القاسم غیر یحیی بن خالد وھومجھول من شیوخ بقیۃ. ولبقیۃ فیہ اسناد اٰخر مجھول.وفی حدیث ابن عمرؓ کفایۃ السنن الکبری للبیھقی(۷/۲۶۵)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص کسی قوم پر ایسے کھانے کے لئے داخل ہو جس کی اس کو دعوت نہیں دی گئی اور اس نے کھایا تو وہ فاسق بن کر داخل ہوا اور اس نے ایسا کھانا کھایا جو اس کے لئے حلال نہیں۔

(۵)عن عروة عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله ﷺ:من دخل على قوم لطعام لم يدع اليه فأكل شيئاً أكل حراماً لم يروه عن روح الا يحيى،تفردبه بقية.

مجمع البحرين(۲/۱۹۳)كتاب الوليمة والعقيقة،باب فى من اتى طعاماًلم يدع اليه،رقم الحديث (۱۸۹٦)

وقال محمد حسن الشافعي في التعليق:اسناده ضعيف فيه:

أ.محمد بن مصفى:صدوق له اوهام وكان يدلس،ب.يحيى بن خالد:مجهول.انظر/لسان الميزان(۲۵۱/٦)والحديث اخرجه الطبراني ،المعجم الاوسط(۱٦۱/۱٦۰/۸)الحديث(۸۲۷۰)والبزاز(۷۷/۲)كشف الاستار.انظر/مجمع الزوائد(۵۸/۴).

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص کسی قوم کے پاس ایسے کھانے میں آیا جس کی اس کو دعوت نہ تھی اور اس نے کھایا تو حرام کھایا۔

(٦)الوليمة حق،فمن لم يجب فقد عصى الله ورسوله،ومن دخل على غيره من غيردعوة دخل سارقاًوخرج مغيرا.(كنزالعمال۱٦

۱۳۰/ ۱)برمز،ق،ن،عن ابن عمر.رقم الحديث(۴۴۶۲۲)كتاب النكاح،قسم الاقوال باب الوليمة.

ملاعلی قاریؒ عبداللہ بن عمرؓ کی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

☆والحاصل انه ﷺ علم امته مكارم الاخلاق البهية ونهاهم عن الشمائل الدنية فان عدم اجابة الدعوة من غيرحصول المعذرة يدل على تكبرالنفس والرعونة وعدم الالفة والمودةوالدخول من غيردعوة يشيرالى حرص النفس ودناء ة الهمة وحصول المذلة والمهانة فالخلق الحسن هو الاعتدال بين الخلقين المذمومين. مرقاة المفاتيح(۲۵۵/۶)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو اچھے اخلاق کی تعلیم دی ہے اور برے اور گھٹیا اخلاق سے منع کیا ہے،اچھے اخلاق کا مقتضی یہ ہے کہ اگر دعوت دی گئی تو اسے قبول کرنا چاہئے،اسے قبول نہ کرنا بری خصلت،تکبر اور بڑائی میں داخل ہے اور اس کے برعکس بغیر بلائے کسی دعوت میں شریک ہونا بری اور گھٹیا حرکت ہے،یہ حرص لالچ،ذلت ورسوائی کی نشانی ہے۔

داعی اور مدعو میں بے تکلفی ہوتو؟

اگر داعی اور مدعو میں زیادہ بے تکلفی اور محبت ومودت ہو اور مدعو کو یقین یا غالب ظن ہو کہ داعی اس طفیلی کی شرکت پر ناراض نہ ہوگا تو داعی سے صریح اجازت کے بغیر بھی طفیلی کو شریک کرسکتا ہے،دلالۃً اجازت کافی ہے،جس کی دلیل صحیح البخاری(۵۰۵/۱)کتاب المناقب،باب علامات النبوة فى الاسلام،میں

حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ حضرت ابو طلحہ (زید بن سہل، حضرت انس کے والد) نے نبی علیہ السلام کی دعوت کی اور مجھے بلانے بھیجا، نبی علیہ السلام کے پاس ستر سے اسی کے درمیان صحابہ کرامؓ تھے، آپ نے ان سب کو دعوت میں شریک ہونے کا فرمایا چنانچہ وہ سب شریک ہوئے اور کھانا سب کو کافی ہوگیا۔

☆ یہاں نبی علیہ السلام نے ابوطلحہؓ سے اجازت نہیں لی اور ابو شعیبؓ سے اجازت لی تھی، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس فرق کی چار وجوہ نقل کی ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام اور ابوطلحہؓ میں ایسی محبت، مودت اور تعلق تھا کہ اجازت کی ضرورت ہی نہ تھی، وہ وجوہ یہ ہیں۔

(۱) نبی علیہ السلام کو معلوم ہو گیا تھا کہ ابوطلحہؓ سب کی شرکت پر راضی ہیں اور ابو شعیبؓ راضی نہیں، اس لئے ابوطلحہؓ سے اجازت نہ لی اور ابو شعیبؓ سے اجازت لے لی۔

(۲) ابوطلحہؓ کی دعوت میں نبی علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا تھا اور صحابہ کرامؓ نے جو کھانا کھایا تھا وہ ابو طلحہ کا نہ تھا، نبی علیہ السلام کی برکت سے زیادہ ہوا تھا، اس لئے اجازت کی ضرورت نہ تھی جبکہ ابو شعیبؓ کی دعوت میں طفیلی نے ابو شعیبؓ ہی کا کھانا کھایا تھا۔

(۳) نبی علیہ السلام اور حضرت ابوطلحہؓ میں انتہائی بے تکلفی، مودت اور گہرا تعلق تھا، نبی علیہ السلام کا ابو شعیبؓ سے بھی تعلق تھا لیکن اتنا گہرا نہ تھا۔

(۴) ابوطلحہؓ نے نبی علیہ السلام ہی کے لئے کھانا تیار کیا تھا اور آپ کی ملکیت کر کے قبضہ دینا اور ہر قسم کے تصرف کی اجازت دینا مقصود تھا، لہذا نبی علیہ

السلام نے اپنے مملوک کھانے میں دوسروں کو شریک کیا جبکہ ابوشعیبؓ نے محدود کھانا پکایا تھااورارادہ یہ تھا کہ ان پانچ افراد سے جوکھانا بچ جائے وہ میں اور اہل وعیال کھائیں گے، نبی علیہ السلام کوصورتِ حال کاعلم ہوگیا تھا،اس لئے اجازت طلب کی

فتح الباری(۹/۰۰۷) کتاب الاطعمة، باب الرجل يتكلف الطعام لأخوانه..

دعوت خوداجازت ہے

جس شخص کو ولیمہ کی دعوت دے دی گئی تو یہ خوداجازت ہے،وہ شخص بلاتامّل شریک ہوسکتا ہے،شرکت کے لئے مزید اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۱)عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال:اذا دعی احدکم فجاء مع الرسول فذاک اذن له.

مسنداحمد بن حنبل(۲/۳۳۶)رقم الحديث(۱۰۸۹۶)وسنن ابی داؤد(۲/۳۶۴)کتاب الادب،باب فی الرجل یدعی ایکون ذلک اذنه؟

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دعوت دی جائے پس وہ قاصد کے ساتھ آجائے تو یہ اس کے لئے اجازت ہے۔

(۲)عن ابی ھریرةؓ ان النبی ﷺ قال:رسول الرجل الی الرجل اذنه.ابوداؤد(۲/۳۶۴)کتاب الادب،باب فی الرجل یدعی ایکون ذلک اذنه؟

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا کسی شخص کی طرف قاصد بھیجنا اس کو اجازت دینا ہے۔

(۳)قال عبداللّٰہ بن مسعودؓ:اذادعیت فقد اذن لک،رواہ الامام احمد باسنادہ،المغنی(۵/۷)کتاب الولیمة،واعلاء السنن(۱۱/۱۵)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں دعوت دے دی گئی تو بلاشبہ تمہیں اجازت بھی دے دی گئی۔

دعوت دینے قاصد بھیجنا

داعی خود بھی دعوت دے سکتا ہے اور قاصد بھی بھیج سکتا ہے،دونوں صورتیں درست ہیں، نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہؓ اور حضرت زینبؓ دونوں کے ولیمہ کی دعوت دینے حضرت انسؓ کو بھیجا تھا۔

صحیح المسلم (۱/۴۶۰)و(۱/۴۶۱) صحیح البخاری (۲/۷۷۷)

دعوت نامہ اور کارڈ

آج کل ولیمہ وغیرہ کی دعوت پر بلانے کے لئے جو کارڈ اور دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں،شرعاً یہ بھی چند شرائط کے ساتھ درست ہے،اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔وہ چند شرائط یہ ہیں۔

(۱)اس بارے اسراف،تبذیر اور فضول خرچی سے کام نہ لیا جائے۔

(۲)ریاء کاری اور شہرت مقصود نہ ہو۔

(۳)کارڈ پر کسی جاندار کی تصویر نہ ہو۔

(۴) اس پر قرآن حدیث اور کسی قسم کا مقدس کلمہ لکھنا درست نہیں، کیونکہ پڑھنے والے اسے پڑھنے کے بعد ٹوکری، ڈبہ یا کسی ایسی جگہ ڈال دیتے ہیں جہاں ان مقدس کلمات کی بے ادبی اور سخت بے حرمتی ہوتی ہے۔

(۵) کارڈ اور دعوت نامے کو ضروری نہ سمجھا جائے، بعض اوقات زبانی دعوت دے دی جاتی ہے لیکن کارڈ نہیں بھیجا جاتا، جس پر لوگ شکوہ شکایت کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔

مہمان رخصت کرنے کا ادب

ولیمہ یا کوئی دعوت کھانے کے بعد مہمان کو رخصت کرنے کا ادب یہ ہے کہ میزبان اس کے ساتھ تھوڑا جا کر رخصت کرے۔

عن ابن عباسؓ قال:من السنة اذادعا الرجل اخاه ان يقوم معه حتى يخرج،لم يروه عن عكرمة الاعبيدولاعنه الاابو صيفي،تفردبه الصلت.

مجمع البحرين(۱۹۴/۲)كتاب الوليمة والعقيقة،باب اذا دعاالرجل اخاه فليقم معه حتى يخرج،رقم الحديث(۱۸۹۷)

وفى التعليق عليه:اسناده ضعيف جداً فيه ابوصيفي هوبشير بن ميمون ضعيف جداً والحديث اخرجه الطبراني في الاوسط(۹/۸)رقم الحديث(۷۷۹۳)قلت: ولكنه موافق لقواعدالشرع.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ جب آدمی اپنے بھائی کو دعوت دے دے تو اس کے ساتھ کھڑا ہو کر جائے یہاں تک کہ وہ نکل جائے۔

دعوت ولیمہ میں والد کی بجائے دوسرے شخص کا نام

دعوت ولیمہ میں داعی کی حیثیت سے والد ہی کا نام لکھنا ضروری نہیں ہے، کسی کا بھی نام لکھا جاسکتا ہے البتہ بعض صورتیں ایسی بھی پیش آتی ہیں کہ دولہا کے حقیقی والد کی جگہ کسی اور کا نام درج کردیا جاتا ہے مثلاً لے پالک کی شادی میں گود لینے والے شخص کا نام یا لقیط (جو ناجائز بچہ کسی نے پھینک دیا ہو اور اس کا باپ معلوم نہ ہو) کی صورت میں ملتقط (اٹھانے والے) کا نام لکھ دیا جاتا ہے، بعض اوقات کوئی بچہ نو مسلم ہوتا ہے، اصل باپ کی بجائے اس کی کفالت کرنے والے کا نام لکھا جاتا ہے، شرعاً اگر دوسرے کا نام والد کے طور پر نہ لکھا جائے، صرف داعی کے طور پر لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں کما ذکرنا لیکن والد کی حیثیت سے دوسرے کا نام لکھنا جائز نہیں ہے، سخت گناہ، جھوٹ اور دھوکہ ہے، قرآن کریم میں منہ بولا بیٹے کے بارے واضح حکم موجود ہے:

ادعوھم لأبائھم ھو اقسط عنداللّٰہ. الاحزاب رقم الآیۃ ۵.

یعنی ان کو اپنے حقیقی والدین کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ عدل وانصاف والی بات ہے۔

حدیث میں ولدیت اور نسب میں غلط نسبت کی سخت مذمت آتی ہے۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: من انتسب الی غیر ابیہ

او تولی غیر موالیه فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين.

سنن ابن ماجة (ص ١٨٧) كتاب الحدود.

جوشخص اپنے والد کے علاوہ کی طرف اپنی نسبت کرے یا اپنے موالی کے علاوہ سے موالات کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

☆دعوت نامہ میں والد کا نام لکھنا کوئی ضروری نہیں ہے لہذا صرف داعی کی حیثیت سے نام لکھنا چاہئے اور اگر نام لکھنا ضروری ہو تو لے پالک، منہ بولے بیٹے اور نومسلم کے اصل والد کا نام لکھنا ضروری ہے اور چونکہ لقیط کا والد معلوم نہیں اور نومسلم کے اصل والد کا نام لکھنے میں بعض اوقات تحقیرسی پیدا ہوتی ہے لہذا ایسی صورت میں بطورِ توریہ والد کا نام عبداللہ لکھنے کی اجازت ہے۔

کتاب الفتاوی (۴ر۴۱۵) میں ہے۔

البتہ ایسے مواقع پر ازراہِ ''توریہ'' والد کے نام کی جگہ ''عبداللہ'' لکھا جاسکتا ہے کیونکہ ہر شخص اللہ کا بندہ ہے اور بعض اوقات ولدیت میں غیر مسلم کا نام دیکھ کر لوگوں کے ذہن میں تحقیر پیدا ہوتی ہے۔

حکومت کی طرف سے ولیمہ کی فضول خرچی پر پابندی درست ہے

ولیمہ سنت عمل ہے بشرطیکہ بقدرِ گنجائش ہو، اس میں اسراف اور فضول خرچی نہ ہو، آج کل شہروں میں عموماً ولیمہ کا انتظام شادی ہالوں میں ہوتا ہے اور مختلف قسم کی ڈشز تیار کی جاتی ہیں جن میں کافی کھانا ضائع ہوجاتا ہے، ریاء اور شہرت اس پر مزید

ہوتی ہے،ایسی صورت میں بعض حکومتوں نے کئی قسم کے کھانوں پر پابندی عائد کردی ہے، صرف ایک قسم کے کھانے کی اجازت ہوتی ہے چونکہ مقصود اسراف سے روکنا ہے خود ولیمہ سے روکنا مقصود نہیں اور ایک قسم کے کھانے سے ولیمہ کی سنت ادا ہوسکتی ہے لہذا حکومت کا ایسی پابندی لگانا شرعاً درست ہے اور مسلمانوں پر اس قانون کی پاسداری ضروری ہے،اس جائز قانون کی خلاف ورزی درست نہیں ہے۔

آپ کے مسائل اوران کا حل (۱۶۵/۵) میں ہے۔

سوال: شادی کا ولیمہ لازمی ہے مگر حکومت کی جانب سے پابندی کی صورت میں مجبور ہیں،اس کا کیا علاج ہے؟

جواب: ولیمہ سنت نبویؐ ہے اور بقدر سنت ادائیگی اب بھی ہوسکتی ہے البتہ ولیمہ کے نام سے جو نام ونمود اور فضول خرچی ہوتی ہے وہ حرام ہے،حکومت نے اس کو بند کیا ہے تو کچھ برا نہیں کیا۔

ولیمہ میں ضیافت ضروری ہے خود کھایا تو سنت ادا نہ ہوگی

یہ بات ولیمہ کی حقیقت میں داخل ہے کہ دوست واحباب وغیرہ کو کھانا کھلایا جائے،اگرچہ چند افراد ہوں ،لہذا اگر کھانا تیار کر کے خود کھالیا تو ولیمہ کی سنت ادا نہ ہوگی۔

امداد الاحکام (۲۹۱/۴) میں ہے۔

معلوم ہوا کہ ولیمہ پڑوسیوں اور دوستوں اور قرابت داروں کی دعوت کرنے

کو کہتے ہیں،تو اگر گھر والے ہی خود کھالیں تو ولیمہ نہ ہوگا،لعدم کو نہ ضیافۃ،باقی یہ ضروری نہیں کہ پڑوسیوں اور قرابت داروں اور دوستوں سب کو بلایا جائے، بلکہ حسب توفیق وہمت بلایا جائے،دوچار کو بلا لینا بھی کافی ہے اور ہر حال میں رسوم سے اور نام ونمود سے،بدعات سے،بلاوجہ قرض سے بچنا واجب ہے۔

لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانا ولیمہ نہیں ہے

ولیمہ اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے بعد مرد یا اس کے گھر والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے اور یہ دراصل عورت اور اس کے خاندان کے ساتھ محبت ومودت کا اظہار ہے۔لہذا لڑکی والوں کی طرف سے کسی بھی قسم کا کھانا کھلایا گیا تو وہ ولیمہ نہ ہوگا۔

فتاویٰ حقانیہ (۴۳۰/۴) میں ہے۔

لڑکی والوں کی طرف سے رخصتی سے پہلے مہمانوں (برات) کو کھانا کھلانا ولیمہ میں داخل نہیں،ولیمہ اس طعام کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد خاوند کی طرف سے کھلایا جاتا ہے۔

لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانے کی شرعی حیثیت

لڑکی والوں کی طرف سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے،اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)سنتِ ولیمہ سمجھ کر کھلایا جائے، یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ولیمہ کی حقیقت میں داخل نہیں ہے لہذا اسے سنت سمجھ کر ادا کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

(۲)سنت سمجھے بغیر کھلایا جائے، یہ جائز ہے مثلاً:

(۱)اتفاقاً کھلایا جائے یعنی لوگوں کو دعوت نہیں دی گئی، شادی کے موقعہ پر لوگ جمع ہوگئے اوران کو کھلادیا گیا۔

(۲)ضرورۃً کھلایا جائے یعنی لڑکی والوں نے شادی کی دعوت دی ہے اور مہمان آچکے ہیں، ان کو کھلایا جائے۔

(۳)ضیافۃً کھلایا جائے مثلاً جولوگ بارات لے کر آئے ہیں ان کو بطورِ مہمان کھلانادرست ہے، اس کو طعام الضیف اور''القریٰ'' کہاجاتا ہے، یہ بھی ایک سنت عمل ہے، اس کی بھی تاکید آئی ہے۔

ماخذہ: کفایۃ المفتی (۱۵۳/۵)جدید، فتاویٰ محمودیہ (۱۴۲/۱۲، ۱۴۳)جدید، خیر الفتاویٰ (۶۰۲/۴)

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ ''مسائل اربعین فی سنۃ سیدالمرسلین'' میں لکھتے ہیں:

وآنچہ مروجہ است کہ بعد عقدِ نکاح والیانِ عروس بمردمان برات طعام مے دھندآنھم بطریق ضیافت جائز است بشرطِ خلوِآں از منکرات لھو وتغنی(ص ۱۰)

ضیافت کے طور پر لڑکی والوں کا کھانا دینا حدیث سے ثابت ہے، مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابن عباسؓ کی طویل حدیث ہے اس میں ہے:

ثم دعابلا لافقال یا بلال:انی زوجت ابنتی ابن عمیّ وانااحب ان یکون من سنة امتی اطعام الطعام عندالنکاح،فأت الغنم فخذشاة واربعة امداداوخمسة فاجعل لی قصعة لعلی اجمع علیھا المھاجرین والانصارفاذافرغت منھافأذننی بھا،فانطلق ففعل ماأمره،ثم اتاه بقصعة فوضعھا بین یدیه فطعن رسول اللهﷺ فی رأسھاثم قال:ادخل علی الناس زفّةً زفّةً ولاتغادرن زفة الی غیرھا.یعنی اذافرغت زفة لم تعدثانیة.فجعل الناس یردون کلما فرغت زفة وردت اخری،حتی فرغ الناس ثم عمدالنبی ﷺ الی مافضل منھا فتفل فیه وبارک وقال یابلال: احملھا الی امھاتک وقل لھن:کلن واطعمن من غشیکن الخ

مصنف عبدالرزاق(۴۸۸،۴۸۷/۵)کتاب المغازی،باب تزویج فاطمةؓ،رقم الحدیث(۹۷۸۲)تحقیق،حبیب الرحمٰن الاعظمی رحمه الله ،ادارةالقرآن کراتشی.

اس حدیث کاحاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے وقت نبی علیہ السلام کے حکم سے بکری ذبح کی گئی اور آپ علیہ السلام نے مہاجرین وانصارکوبلاکر کھانا کھلایااوروہ گروہ درگروہ آئے اور کھانا تناول فرمایا،جب کچھ کھانا بچ گیاتوآپ علیہ السلام نے ازواج مطہرات کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ خودبھی کھاؤ اور جومہمان خواتین ہیں ان کوبھی کھلاؤ۔

☆اس حدیث سے لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانے کے مسنون ومستحب ہونے کاشبہ ہوسکتا ہے لیکن یہ شبہ درست نہیں ہے،اس کی وجوہ درج ذیل

ہیں۔

(۱) یہ حدیث ضعیف ہے، مولانا اعظمیؒ اس کے تحت لکھتے ہیں:

اخرجه الطبرانی وفیه یحیی بن یعلی وهومتروک قاله الهیثمی(۲۰۹/۹)قلت:یراجع اسناد الطبرانی فانی اخشی ان یکون"ابن یعلی "محرفا واری ان الصواب "ابن العلاء" کما فی اسناد المصنف ویحی بن العلاء البجلی ایضاًمتروک واما یحی بن یعلی فله ایضاً حدیث طویل فی تزویج فاطمة لکنه من حدیث انس واوله یغایر اول هذاالحدیث وآخره یشبه آخر هذا الحدیث،اخرجه ابن حبان.

راجع مواردالظمأن(ص۵۵۰)وفی هامش اصل الموارد بخط الحافظ ابن حجر:ان هذا الحدیث ظاهر علیه الافتعال.

(۲) دوسرے یہ حدیث ضیافت کے بارے ہے نہ کہ ولیمہ کے بارے، اور لڑکی کی طرف سے بوقتِ نکاح مستقل طعام سنت نہیں ہے **واناا حب ان یکون من سنة امتی اطعام الطعام عندالنکاح** کے الفاظ روایت بالمعنی پر محمول ہیں۔

(۳) تیسرے اس ضیافت کا اہتمام بھی شریعت سے ثابت نہیں ہے، خود نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ سے اس کا اہتمام کرنا اور معمول بنا لینا ثابت نہیں ہے۔

کتاب الفتاوی میں ہے:

پس یہ دعوتِ طعام سنت تو نہیں ہے، نہ عہد صحابہؓ میں اس کا عمومی رواج تھا، اس لئے اس کو رواج دینا بھی مناسب نہیں، البتہ اس کی گنجائش ہے۔

کتاب الفتاوی (۴/۴۱۷) زمزم پبلشرز کراچی۔

شرکت کا حکم

مذکورہ تفصیل کے مطابق پہلی صورت میں لڑکی والوں کی دعوت قبول کرنا درست نہیں ہے اور باقی صورتوں میں ان کی دعوت قبول کرنا ان کی خوشی میں شریک ہونا اور وہاں کھانا کھانا جائز ہے۔ ماخذہ: کفایۃ المفتی (۱۵۴/۵) جدید۔

بارات کی دعوت۔

مذکورہ تفصیل سے بارات کی دعوت کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ یہ کوئی سنت عمل نہیں ہے، البتہ بارات میں آنے والے چونکہ مہمان ہیں، لہذا مہمان ہونے کی حیثیت سے ان کی دعوت درست ہے۔

اپنے یہاں تقریب کے باوجود دوست کی دعوت ولیمہ میں شرکت۔

فتاویٰ محمودیہ جدید (۱۴۳/۱۲) میں ہے۔

سوال: کوئی ذی حیثیت آدمی اپنی دولڑکیوں کی شادی کرتا ہے، اپنی مخالفت نیز دورِ حاضر میں دیگر دور اندیشیوں کے تحت انہیں شادی ہونے والی لڑکیوں سے ہی بارات کے دس پانچ آدمیوں کا کھانا بھی پکوانا چاہتا ہے لیکن اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے کہ اس دن قدرۃً ایسا آپڑتا ہے کہ پاس ہی لڑکیوں کے باپ ذی حیثیت دوست کے لڑکے کی شادی کا ولیمہ اسی دن ہوتا ہے اور باراتی صاحبان کو کھانا ولیمہ کا کھلایا جاتا ہے، تو کیا باراتی صاحبان یا لڑکیوں کے باپ کی عزت میں کوئی فرق آتا ہے یا کوئی

بدنما دھبہ کسی پر قائم ہوتا ہے اور کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداومصلیا

اگر اس ذی حیثیت دوست کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور براتیوں کا محبت اور بے تکلفی کا تعلق ہے اور وہ اعزازواکرام کے ساتھ لڑکیوں کے والداور اس کے مہمان (باراتیوں) کی دعوت کرتا ہے جس کو سب بخوشی منظور کر لیتے ہیں، تو اس کی وجہ سے عزت میں فرق نہیں آئے گا، نہ کوئی بدنما دھبہ لگے گا بلکہ داعی پر بھی ان کا احسان ہوگا کہ اپنی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت ودعوت کو منظور کرلیا۔

جس نے بذریعہ طبل اعلانِ نکاح کیا ہو اس کی دعوت قبول کرنا

ایک قول کے مطابق چند شرائط کے ساتھ شرعاً دف اور طبل کے ذریعہ نکاح کا اعلان اور تشہیر کرنے کی گنجائش ہے لہذا اگر کسی نے ان کے ذریعہ نکاح کا اعلان کیا تو چونکہ اس نے جائز عمل کیا ہے لہذا اس کی دعوت ولیمہ قبول کرنا اور اس میں شریک ہونا جائز ہے۔

ماخذہ: عزیز الفتاوی (ص ۴۷۱،۴۷۲)

قربانی کے جانور میں ولیمہ کا حصہ

قربانی کے بڑے جانور میں ولیمہ کا حصہ بھی رکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ ولیمہ کا حصہ جانور کے ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔

رد المحتار(۳۲۶/۶) کتاب الاضحیۃ.

البتہ اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ قربانی کے جانور میں صرف وہ شرکاء حصہ ڈال سکتے ہیں جو قربت کاارادہ رکھتے ہوں اور جس عمل کا حصہ ڈال رہے ہیں وہ قربت ہواور اس میں اراقہ دم مقصود ہو،جبکہ ولیمہ میں ذبح اور اراقہ دم مقصودنہیں ہوتا جس کی دلیل یہ ہے کہ ولیمہ اراقہ دم کے بغیر بھی ادا ہوجاتا ہے پھر قربانی کے جانور میں اس کا حصہ ڈالنا کیونکر درست ہے؟

جواب یہ ہے کہ ولیمہ نعمتِ نکاح کے حصول پر بطور شکر کیا جاتا ہے اور احادیث میں اس کی تاکید آتی ہے،اب جب شکر الہی اور سنت کی ادائیگی کی نیت سے ولیمہ کیا جائے تو یہ قربت ہی کہلائے گا لہذا ولیمہ بھی قربت ہے نیز اگرچہ ولیمہ اراقہ دم کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے۔مگر حدیث ”اولم ولو بشاۃ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ اراقہ دم ولیمہ میں بھی مسنون ہے لہذا عقیقہ کی طرح ولیمہ بھی قربت ہے،اراقہ دم مقصود ہے اور قربانی میں عقیقہ کا حصہ ڈالنا جائز ہے تو ولیمہ کا بھی جائز ہونا چاہیے۔

ماخذہ:امداد الاحکام(۲۸۴/۳) کتاب الاضحیۃ۔

ولیمہ اور شادی میں عورتوں اور بچوں کی شرکت

شرعاً بچے اور خواتین کاولیمہ اورشادی میں شرکت کرنا جائز ہے بشرطیکہ

خواتین پردہ اور اس کے علاوہ تمام شروط وکوائف کی پابندی کر کے نکلیں۔

عن انس بن مالکؓ ابصر النبی ﷺ نساءً وصبیاناً مقبلین من عُرس فقام ممتنًا فقال: اللھم انتم من احب الناس الیّ.

صحیح البخاری(۷۷۸/۲)باب ذھاب النساء والصبیان الی العرس.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے کچھ خواتین اور بچوں کو دیکھا جو شادی سے واپس آرہے تھے تو آپ علیہ السلام جلدی اور قوت سے کھڑے ہوئے (ان پر احسان کرتے ہوئے کھڑے ہوئے) اور فرمایا کہ تم میرے ہاں تمام لوگوں سے پسندیدہ ہو۔

☆شارحین بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کر کے اس خیال کی تردید فرمائی ہے کہ عورتوں اور بچوں کے لئے ولیمہ یا شادی میں شرکت مکروہ ہے، یہ مکروہ نہیں بلکہ بلاکراہت جائز ہے۔ فتح الباری(۳۰۸/۹).

خیاط کی دعوت اور کدّو کی فضیلت

عن انس بن مالکؓ قال سمعته یقول: ان خیاطًادعی رسول اللہ ﷺ الی طعام صنعه قال انسؓ: فذھبت مع رسول اللہ ﷺ الی ذلک الطعام فقرب الی رسول اللہ ﷺ خبزا من شعیرومرقاً فیه دُبّاءٌ قال انسؓ: فرایت رسول اللہ ﷺ یتتبع الدباء من حول القصعة فلم ازل احب الدباء

منذیومئذ.موطا الامام مالک(ص ۶۹۸)باب ما جاء فی الولیمة.وموطا الامام محمد(ص۳۷۶)باب فضل اجابة الدعوة.

وصحیح البخاری(۸۱۰/۲)کتاب الاطعمة.باب فی تتبع حوالی القصعة مع صاحبه اذا لم یعرف منه کراهیة.

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی،حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں بھی نبی علیہ السلام کے ساتھ کھانے چلا گیا تو اس نے جو کی روٹی اور ایسا سالن پیش کیا جس میں کدو تھا،حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ برتن کے اطراف سے کدو تلاش کر رہے ہیں،اس کے بعد سے میں ہمیشہ کدّو سے محبت کرنے لگا۔

فائدہ: امام مالکؒ نے یہ حدیث ولیمہ کے باب میں ذکر کی ہے جس کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ان کے خیال میں یہ ولیمہ کی دعوت تھی۔

اوجزالمسالک (۴۴۸/۹)۔

فائدہ: نبی علیہ السلام کو کدّو اس لئے زیادہ پسند تھا کہ یہ ایک مفید سبزی اور بہترین غذا ہے،علامہ عبد الرؤف مناویؒ نے شرح الشمائل میں نقل کیا ہے نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب سالن پکاؤ تو اس میں کدّو زیادہ ڈالا کرو کیونکہ وہ غمگین شخص کے دل کو مضبوط کرتا ہے۔

شرح الشمائل للمناویؒ علی ھامش جمع الوسائل(۲۴۵/۱)

☆طبرانی میں حضرت واثلہ بن اسقعؓ کی مرفوع روایت ہے:

علیکم بالقرع فانه یزید فی الدماغ

یعنی کدّو ضرور کھایا کرو کیونکہ اس سے دماغ میں اضافہ ہوتا ہے اور بیہقی میں حضرت عطاء کی مرسل روایت ہے کہ کدّو ضرور استعمال کرو کیونکہ یہ عقل وسمجھ میں اضافہ کرتا ہے اور دماغ بڑھاتا ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے بینائی کو جلا ملتی ہے اور دل نرم ہوتا ہے، امام قرطبیؒ نے اپنی کتاب ''التذکرۃ'' میں مرفوعاً نقل کیا ہے کہ کدو اور خربوزہ جنت سے آئے ہیں۔

اوجز المسالک (۹/ ۴۵۰).

☆ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ تین وجوہ کی بناء پر نبی علیہ السلام کو کدو پسند تھا۔

(۱) اس سے عقل ودانش اور ذہن و دماغ میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) اس سے رطوبت کو اعتدال ملتا ہے۔

(۳) نبی علیہ السلام کے پیش نظر ایک خاص راز تھا، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر سایہ کرنے کے لئے کدو کی بیل پیدا کی تھی اور ان کی تربیت اسی کے سایہ میں ہوئی تھی، کدو کی بیل حضرت یونس علیہ السلام کے حق میں ایسے ہوئی جیسے بچے کے حق میں پرورش کرنے والی ماں اور عورت۔

جمع الوسائل فی شرح الشمائل (۱/ ۲۵۴) ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

ولیمہ اور نکاح میں دف بجانے کی شرعی حیثیت

دف (دال پر فتحہ اور ضمہ دونوں درست ہیں) ڈھولکی اور ڈھپڑے، ایک قسم کے باجے کو کہا جاتا ہے، جمع دفوف آتی ہے، الدّفاف طبلہ ساز اور طبلہ فروش اور دف

بجانے والے کو کہاجاتا ہے،لسان العرب میں لکھا ہے کہ دف کے مالک کو دفاف، بنانے والے کو مدفّف اور بجانے والے کو مُدفِدِف کہاجاتا ہے،دف کی حقیقت معجم لغۃ الفقہاء میں یوں بیان فرمائی ہے:

الدُّف: بضم الدال،آلة من آلات الموسیقی مستدیرة کالغربال لیس لهاجلاجل یشد الجلد من احدطرفیها.معجم.

لغة الفقهاء(ص۲۰۹)ادارة القرآن کراچی

دف دال کے ضمہ کے ساتھ ہے،یہ موسیقی کے آلات میں سے ایک آلہ ہے،جو کہ چھلنی کی طرح گول ہوتا ہے،اس میں گھونگھرو نہیں ہوتے،اس کے ایک جانب چمڑا باندھاجاتا ہے(دوسری جانب خالی ہوتا ہے اور ایک ہاتھ کے ساتھ بجایا جاتا ہے)۔

دف اصل میں دفة سے ہے،دفة ایک جانب اور دفتان دوجانبوں کوکہاجاتا ہے،دفتاالمصحف کا معنٰی ہے قرآن کریم کے دوجانب،دوصفحے۔چونکہ اس آلہ کے ایک جانب چمڑا ہوتا ہے،اس لئے اس کو دف کہا جاتا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ نکاح اور ولیمہ کے موقعہ پر جس طرح دوسرے آلات موسیقی بجانا صحیح نہیں ہے دف بجانا بھی صحیح نہیں ہے،ظاہر الروایہ کے مطابق تمام باجے اور موسیقی حرام ہیں،دف بھی ان میں شامل ہے،ائمہ مذہب سے اس کا جواز منقول نہیں ہے،جن متاخرین سے جواز منقول ہے وہ چند شرائط کے ساتھ مقید ہے جن کی رعایت نہ ہونے کے برابر ہے۔

تفصیل وتحقیق

یہ تو متفق علیہ مسئلہ ہے کہ تمام باجے اور آلاتِ موسیقی حرام اور ناجائز ہیں اوردف بھی آلہ موسیقی ہے لہذا وہ بھی ناجائز ہوا لیکن بعض روایات سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے،وہ روایات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)خالدبن ذکوان قال قالت الرُبَيِّع بنت معّوذ بن عفراء جاء النبی ﷺ فدخل حین بُنی علیّ فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنایضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائی یوم بدر اذقالت احدٰھن وفینانبی یعلم مافی غد،فقال:دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین .

صحیح البخاری(۷۷۳/۲)باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة وجامع الترمذی(۱ /۳۳۴)کتاب النکاح،باب ماجاء فی اعلان النکاح .

ومثلہ فی سنن ابن ماجة(ص۱۳۶)کتاب النکاح،باب الغناء والدف.

خالدبن ذکوانؒ کہتے ہیں ربیعؓ بنت معّوذ بن عفراء کہتی ہیں کہ میری رخصتی کی رات نبی علیہ السلام آئے اور پردے کے پیچھے میرے بستر پر بیٹھے جس طرح آپ بیٹھے ہیں تو کچھ بچیوں نے دف بجانا شروع کردیا اور میرے جوآباء واجداد بدر کے دن شہید ہوئے تھے ان کے اوصاف ومحاسن بیان کرنا شروع کردیئے،ان میں سے ایک بچی نے کہا کہ ہم میں ایسے نبی بھی موجود ہیں جو آئندہ کل کی بات جانتے

ہیں تو نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا کہ یہ بات چھوڑ دو، جو تم پہلے کہتی تھیں وہی کہو۔

اس واقعہ میں نبی علیہ السلام نے مبالغہ آمیز بات کہنے سے تو منع کردیا لیکن دف بجانے سے منع نہ کیا۔

(۲)عن محمد بن حاطب الجُمحی قال قال رسول اللهﷺ فصل مابین الحلال والحرام الدف والصوت.

جامع الترمذی(۱/۳۴۴)ابواب النکاح،باب ماجاء فی اعلان النکاح وقال،حدیث محمد بن حاطب حدیث حسن وابو بلج اسمه یحي بن ابی سلیم ویقال ابن سلیم ایضاً ومحمدبن حاطب قدرأی النبی صلی اللهﷺوهو غلام صغیر وسنن ابن ماجة(۱ /۱۳۶)کتاب النکاح،باب اعلان النکاح،ولفظه:فصل بین الحلال والحرام الدف والصوت ورفع الصوت فی النکاح وسنن النسائی(۲/۹۰)کتاب النکاح،اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف ومسند احمد بن حنبل(۵ /۲۶۵)رقم الحدیث(۱۵۴۵۱)

محمد بن حاطب جمحیؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حلال (نکاح) اور حرام (زنا) کے درمیان دف اور آواز کا فرق ہے۔

آواز سے تشہیر اور اعلان مراد ہے یعنی عقد نکاح میں خوب تشہیر ہوتی ہے اور زنا مخفی ہوتا ہے۔

(۳)عن عائشةؓ قالت قال رسول اللهﷺ اعلنواهذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف.

جامع الترمذی(۱/۳۳۴)وقال الترمذی:هذاحدیث حسن غریب فی هذا الباب وعیسی بن میمون الا نصاری یضعف فی الحدیث الخ وسنن ابن ماجة(۱/۱۳۶)کتاب .النکاح،باب اعلان النکاح ولفظه:اعلنوا هذا النکاح واضربوا علیه بالغربال.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو اور نکاح مسجدوں میں کیا کرو اور اس پر دف بجاؤ۔

مگران احادیث میں سے پہلی حدیث صحیح ہے،باقی دونوں ضعیف ہیں۔

فتح الباری(۹/۲۸۲)کتاب النکاح،باب النسوة التی یهدین المرأة الی زوجها الخ

تیسری حدیث پر خود امام ترمذیؒ نے بھی ضعف کا حکم لگادیا ہے۔لہذا ان سے استدلال درست نہیں اور پہلی حدیث میں دف بجانے کی اجازت عورتوں کے ساتھ خاص ہے،حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

والاحادیث القویة فیهاالاذن فی ذلک للنساء فلا یلتحق بهن الرجال لعموم النهی عن التشبه بهن(ایضاً)

یعنی اس بارے جو قوی احادیث ہیں ان میں دف بجانے کی اجازت صرف عورتوں کو دی گئی ہے اور مردوں کو اس بارے عورتوں سے لاحق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ تشبہ سے منع کیا گیا ہے۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اجازت عورتوں کو بھی شامل نہیں ہوسکتی کیونکہ حدیث میں "جویریات" کا لفظ آیا ہے یعنی چھوٹی نابالغ بچیاں دُف بجارہی تھیں اور وہ احکام

شرعیہ کی مکلف ہی نہیں تھیں۔اس بناء پر آپ علیہ السلام نے ان کو منع نہ کیا لہذا اس سے دف کے جواز پر استدلال درست نہیں ہے۔

شرائط جواز

پھر جن حضرات شافعیہ اور بعض متاخرین حنفیہ نے دُف کی اجازت دی ہے وہ مطلق نہیں ہے بلکہ اس کی متعدد شرائط ہیں۔

(۱)صرف بچیاں دف بجائیں یا زیادہ سے زیادہ خواتین کو ایسی محفل میں اجازت ہے جس میں صرف عورتیں ہوں مرد نہ ہوں،خود مردوں کا بجانا یا خواتین کی محفل میں شریک ہونا بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

فی رد المحتار(۴۸۳/۵)کتاب الشهادات:جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لمافي البحر عن المعراج بعد ذكره انه مباح في النكاح ومافي معناه من حادث سرور قال:هومكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء.

(۲)وہ آلہ واقعی دف ہو،دوسرا کوئی آلۂ موسیقی نہ ہو،دف چھلنی کی طرح ایک گول آلہ ہوتا ہے،اس میں گھونگھرو نہیں ہوتے،اس کے صرف ایک طرف چمڑا ہوتا ہے اور ایک ہی ہاتھ سے بجایا جاتا ہے،لہذا دف کے علاوہ ہر قسم کا آلہ بجانا منع ہے نیز اگر دف میں گھونگھرو بھی ہوں تو وہ بھی منع ہے۔

(۳)دف بجانے کا معمول اور رواج نہ ہو،کیونکہ نبی علیہ السلام نے ایک ہی موقعہ پر اس پر سکوت اختیار کیا ہے،اس کا نہ حکم دیا ہے اور نہ ترغیب ،نیز نبی علیہ السلام کی صاحبزادیوں کا نکاح ہوا اور آپ علیہ السلام کی موجودگی میں کئی متعدد نکاح

ہوئے، ان میں کسی میں بھی دف نہیں بجایا گیا، اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

(۴)دف سادگی سے بجایا جائے، اس میں تصنع، تکلف اور تطریب یعنی سُر ور خوش آوازی نہ ہو، کیونکہ عہدِ نبوی میں جس دف کا تصور تھا اس میں رقص سرور اور تطریب نہیں ہوتی تھی۔

فی ردالمحتار(۳۵۰/٦)وفی السراجیة هذا اذالم یکن له جلاجل ولم یضرب علی هیئة التطریب اه.

(۵)مقصود نکاح کا اعلان اور تشہیر ہو، لہو ولعب مقصود نہ ہو لہٰذا بوقتِ نکاح یا بوقتِ زفاف یا اس کے کچھ بعد ولیمہ ہونے تک دف بجایا جاسکتا ہے، نکاح سے پہلے اور ولیمہ کے بعد بجانا درست نہیں ہے، نکاح سے پہلے ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب نکاح ہی نہیں ہوا تو اعلان کس چیز کا؟ اور ولیمہ کے بعد ضرورت باقی نہیں رہی۔

(٦)دف تھوڑی دیر بجایا جائے، کیونکہ اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

تفصیل کے لئے بوادرالنوادر(ص۳۲۱)ادارہ اسلامیات رسالہ ''شادی میں دف بجانے کی تحقیق'' ملاحظہ ہو۔

ولیمہ میں شرکت مسنون ہے اگرچہ نکاح میں شرکت نہ کی ہو

نکاح کی دعوت دینا اور ایسی دعوت قبول کر کے شریک ہونا کوئی سنت عمل نہیں ہے، محض جائز ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نبی علیہ السلام سے کتنا گہرا تعلق

تھا لیکن جب انہوں نے نکاح کیا، شادی اور رخصتی بھی ہوگئی لیکن نبی علیہ السلام کو پتہ ہی نہ تھا، جب ان پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے، تب نبی علیہ السلام نے ان کو ولیمہ کا حکم دیا۔

اسی طرح غزوہ احد کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی اور حضرت عباسؓ مکہ میں تھے ان کو دعوت تک نہ دی گئی، جبکہ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ کے بھتیجے تھے اور حضرت فاطمہؓ بھتیجے کی صاحبزادی لہذا نکاح میں شرکت مسنون نہیں ہے، اگر کسی نے نکاح میں شرکت نہ کی ہو اور ولیمہ میں شریک ہونا چاہے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مسنون ہے خواہ قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی دوست ہو۔

کتاب الفتاویٰ میں ہے:

سوال (1608) کوئی شخص نکاح میں شرکت نہ کر سکا اور ولیمہ میں حاضر ہوا تو کیا اس کا کھانا درست ہے؟ نکاح اور ولیمہ میں زیادہ اہمیت کس کو ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص ولیمہ میں مدعو ہو تو چاہے وہ نکاح میں شریک نہ ہوا ہو پھر بھی اسے ولیمہ میں شریک ہونا چاہئے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی خاص طور پر ہدایت فرمائی ہے، بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس میں شریک ہونا چاہئے، مشکوٰۃ المصابیح (۲/۲۸۷) اذا دعی الی الولیمة فلیأتها، اکثر فقہاء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو مستحب کے درجہ میں رکھا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۶/۲۵۳) یوں تو مسلمان بھائی کی دعوت خواہ

کوئی بھی ہو اہم ہے بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو،خواہ نکاح کی مجلس ہو یا دعوتِ ولیمہ ہو لیکن نکاح کے بارے خاص طور پر دعوت دینے اور دعوت قبول کرنے کی تلقین نہیں ملتی،ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے اعلان اور تشہیر کا حکم فرمایا ہے،بہ خلافِ ولیمہ کے،کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کرنے کی بھی ترغیب دی اور دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی بھی تاکید فرمائی،اس سے خیال ہوتا ہے کہ دعوتِ ولیمہ کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہے۔کتاب الفتاویٰ (۴/۴۱۸،۴۱۹)۔

ولیمہ میں اسراف نیز مدعوّین کی تحدید

کتاب الفتاویٰ میں ہے۔

سوال (1609) دعوتِ ولیمہ صرف منکوح کے لئے ہے یا منکوحہ کے گھر والوں کے لئے بھی؟ دعوتِ ولیمہ میں مدعووین کی تعداد کے سلسلے میں شرعی احکام کیا ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ ولیمہ سے زیادہ لوگوں کو شادی کی خبر ہوتی ہے اور یہ خوشی کا اظہار ہے،دعوتِ ولیمہ کرنا کیا صرف منکوح کے لئے ہے؟

جواب: ولیمہ کرنا نوشہ (دولہا) کے ذمے ہے اور سنت ہے،اس میں تکلف واسراف نامناسب ہے،جتنے لوگوں کو بہ سہولت کھلا سکتا ہو اتنے ہی لوگوں کو مدعو کرنا چاہئے،شریعت نے اس کے لئے کوئی تحدید نہیں کی ہے اور نہ ایسا کیا جانا ممکن ہے۔

کتاب الفتاویٰ (۴۱۹/۷)۔

دو سال کے بعد ولیمہ

کتاب الفتاوئ میں ہے۔

سوال(1611) کیا عقد کے دوسرہی دن ولیمہ کرنا چاہئے؟ایک صاحب شادی کے دوسرے ہی دن باہر چلے گئے،اور دو سال کے بعد واپس آئے،تب ولیمہ کیا،کیا یہ عمل درست ہے؟

جواب: ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جس دن میاں بیوی کی خلوت ہوئی ہو،اس کے دوسرے دن دعوت کردی جائے،حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح ہوا تو دوسرے دن آپ نے لوگوں کو مدعو کیا اور کھانا کھلایا۔صحیح البخاری حدیث نمبر(۵۱۶۶)دوسرے دن یا تیسرے دن بھی کھلانے کی گنجائش ہے،اس سے زیادہ تاخیر ثابت نہیں۔

کتاب الفتاوئ(۴۲۰/۴)۔

بڑھاپے کے نکاح میں بھی ولیمہ مسنون ہے

ولیمہ ہر نکاح میں مسنون عمل ہے خواہ پہلا نکاح ہو یا دوسرا، تیسرا، نیز جوانی میں نکاح ہو رہا ہو یا بڑھاپے میں،ولیمہ کا تعلق نکاح سے ہے،عمر سے نہیں ہے، نبی علیہ السلام نے متعدد نکاح فرمائے اور سب میں ولیمہ دیا،امام بیہقیؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ میرے علم کے مطابق نبی علیہ السلام نے کوئی ولیمہ نہیں چھوڑا۔

فتح الباری(۲۹۳/۹)وفتح الملھم(۴۸۶/۳)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری دو تین سالوں میں بھی

کئی نکاح فرمائے ہیں،حضرت میمونہؓ،حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ سے آخری عمر میں نکاح فرمایا تھا اوران نکاحوں میں ولیمہ کرنا بھی اہتمام سے ثابت ہے،سب نکاحوں میں ولیمہ کرنا مسنون ہے تاہم تکلف اور زیادہ خرچ کی ضرورت نہیں ہے نہ جانور ذبح کرنا ضروری ہے، نبی علیہ السلام نے ایسا ولیمہ بھی فرمایا کہ جس میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت موطا امام مالک۔

ماخذہ: کتاب الفتاویٰ(۴/۴۲۰۔۴۲۱)۔

ولیمہ میں مدعوین کی طرف سے تحفے تحائف

شرعاً کسی مسلمان بھائی کو تحفہ اورھبہ دینا جائز ہے بلکہ مستحب ومسنون عمل ہے،اس کی بڑی ترغیب اورفضیلت آتی ہے،پھر خوشی کے موقع پر دینا اورزیادہ بہتر ہے لہذا بوقت نکاح یا بوقتِ ولیمہ مدعوین کا دولہا یا دولہن کو تحفہ دینا فی نفسہ جائز اور درست ہے لیکن اس کی کچھ قیود اور شرائط ہیں مثلاً:

(۱) دینے والا اسے شرعاً لازم عمل نہ سمجھے۔

(۲) کسی معاشرتی،سماجی اور اخلاقی دباء کے بغیر اپنی خوشی،رضامندی اور دلی رغبت سے دیتا ہو۔

(۳) اس کو معاوضہ اور لین دین کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

(۴) ولیمہ اور شادی کے موقعہ پر اس طرح کا معمول اورعرف نہ ہو۔

لیکن آج کل عام رواج بن چکا ہے کہ مہمان دعوتِ ولیمہ کرنے والے کو تحائف دیتے ہیں بالخصوص رقم کی صورت میں،اور داعی ان لفافوں کا منتظر رہتا ہے ،جو جتنی رقم دیتا ہے وہ رجسٹر میں درج کرلی جاتی ہے،جب دینے والے کے ہاں

اس طرح کی تقریب ہوتی ہے یہ اس سے کچھ زیادہ رقم دیتا ہے، معاشرہ اور عرف میں اس کو ضروری سمجھا جانے لگا ہے اور نہ دینے والے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا المعروف کالمشروط کے تحت یہ عمل جائز نہیں بلکہ سود کے مشابہ ہے، اس سے احتراز ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد دس نکاح فرمائے ہیں اور اسی طرح صحابہ کرامؓ نے بے شمار نکاح کئے لیکن اس طرح رقم اور دوسری اشیاء کے دینے کا کہیں ثبوت نہیں ملتا، اگر کسی جگہ اس طرح عام رواج نہ ہو تو گنجائش ہے لیکن احتراز اولیٰ ہے کیونکہ یہ عمل عموماً معاشرے میں آہستہ آہستہ لازم اور واجب کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

ماخذہ: کتاب الفتاویٰ (۴/۴۲۲، ۴۲۳) بزیادۃ کثیرۃ۔

ولیمہ کا کھانا فروخت کرنا

کتاب الفتاویٰ میں ہے۔

سوال (1615) میرا ہوٹل ہے، میرے لڑکے کی شادی ہونے والی ہے، ولیمہ میں کھانا بچ جائے تو کھانا ہوٹل میں فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ولیمہ کے لئے جو کھانا آپ نے بنایا ہے وہ آپ کی ملکیت ہے، آپ اس میں ہر طرح کے تصرف کا حق رکھتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ولیمہ کی نیت کی وجہ سے پورا کھانا مدعوین کو کھلا دینا ہی ضروری ہے، اس لئے بچا ہوا کھانا ہوٹل میں فروخت کر دینا جائز ہے۔ کتاب الفتاویٰ (۴/۴۲۳)۔

ولیمہ میں چوتھی کی دعوت

کتاب الفتاویٰ میں ہے:

سوال:(1616) کیا ولیمہ اور چوتھی کی دعوت ملاکر کرسکتے ہیں جیسا کہ آجکل رواج ہوگیا ہے؟

جواب: چوتھی کی دعوت کی کوئی اصل نہیں، یہ ایک غیر شرعی رسم ہے، البتہ دعوتِ ولیمہ سنت ہے(۴۲۳/۴)۔

ولیمہ کے لئے لڑکی والوں سے پیسہ لینا جائز نہیں

دعوتِ ولیمہ کے لئے لڑکی والوں سے پیسے لینا جائز نہیں ہے، پیسے لینے کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) پیسے لینے کی شرط لگادی جائے اور واپس بھی نہ کرنے ہوں، یہ عمل جائز نہیں اور یہ رقم لڑکے والوں کے لئے حرام ہے، اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

(۲) بطورِ قرض لی جائے، بعد میں واپس کرنا ہو، یہ بھی درست نہیں، اگرچہ رقم حرام نہیں ہے، کیونکہ ولیمہ اپنی وسعت، طاقت اور گنجائش کے مطابق کرنا مسنون ہے، اپنی گنجائش سے زیادہ کرنا اوراس کے لئے کسی سے قرض لینا جائز نہیں ہے۔

کتاب الفتاویٰ میں ہے۔

دعوتِ ولیمہ میں لڑکی والوں سے پیسہ لینا جائز نہیں، کیونکہ یہ مردوں سے متعلق ہے، حسبِ سہولت سادگی کے ساتھ ولیمہ کرنا چاہیے، تاکہ اس غیر شرعی فعل کا مرتکب نہ ہونا پڑے۔(۴۲۳/۴،۴۲۴)۔

لڑکے سے رقم لیکر لڑکی والوں کا دعوت کرنا

رخصتی کے وقت مہر کے علاوہ جو رقم لڑکے یا لڑکے والوں سے لی جاتی ہے، خواہ دعوت کے مصارف کے نام سے ہو یا کسی اور نام سے، ناجائز ہے، کیونکہ جن علاقوں میں لڑکے یا لڑکے والے دعوت کے مصارف کے نام سے جو رقم دیتے ہیں وہ وہاں کے رواج کی وجہ سے مجبور ہو کر دیتے ہیں، اپنی خوشی سے نہیں دیتے، ان کو معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ رقم ادا نہیں کریں گے تو لڑکی والے رخصتی نہیں کریں گے اور شرعاً کسی مسلمان کا مال اس کی دلی مرضی اور خوشی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے۔

بوفے ڈنر کے مفاسد اور ولیمہ

موجودہ دور میں ''بوفہ ڈنر'' کا بہت رواج ہے اور ولیمہ جیسے مقدس عمل اور سنت میں بھی اس کو دُہرایا جاتا ہے، شرعاً ''بوفے ڈنر'' صحیح نہیں ہے، اس میں بے شمار مفاسد اور خرابیاں ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) یہ غیر مسلموں اور فساق وفجار کا طور طریقہ ہے۔

(۲) اس میں کھڑے کھڑے کھانے پینے کا رواج ہے، کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص کھانے پینے کا یہ منظر دیکھ کر اسے اشرف المخلوقات یعنی انسانوں کا کھانا نہیں کہہ سکتا۔

(۳) جب میزبان کی طرف سے کھانے کی اجازت ملتی ہے تو لوگ اس طرح بے تحاشا دوڑتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید دو چار دنوں کے بھوکے ہوں یا کنگالوں کا گروہ ہے جو اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

(۴) پھر اس خیال سے کہ شاید دوبارہ کھانے پینے کی لذیذ اشیاء نہ ملیں، اپنی پلیٹوں میں ضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی اشیاء ڈال لیتے ہیں اور کافی کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔

(۵) اس دوران اس قدر بے صبری کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ شاید یہ نادیدہ قسم کے لوگ ہیں جنہیں اس طرح کے عمدہ کھانے کبھی میسر ہی نہیں ہوئے۔

(۶) کھانے پینے کی اشیاء لینے کے لئے اس طرح بھیڑ اور ہجوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر چڑھ آتے ہیں، دوسرے کے ایذا کا سبب بنتے ہیں، کسی کے کپڑے خراب ہوتے ہیں اور کہیں برتن ٹوٹتے ہیں۔

(۷) کھانا حاصل کرنے کے لئے اس قدر دھکم پیل ہوتی ہے اور اس قدر حرص و ہوس کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ سنجیدہ اور باوقار لوگ کھڑے کھڑے ان کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

(۸) بوڑھے اور ضعیف قسم کے لوگ اسی قسم کی دعوتوں میں اکثر محروم ہی رہتے ہیں الا یہ کہ کوئی ایثار سے کام لے لے۔

(۹) نہ بڑوں کی عزت و احترام کا خیال ہوتا ہے، نہ بچوں پر شفقت کا جذبہ ہوتا ہے۔

(۱۰) اس پر مستزاد یہ کہ مختلف برتنوں میں لذیذ کھانے لیکر جانوروں کی طرح ٹہل ٹہل کر جگالی کرتے ہیں، ایک ہاتھ میں کھانے کی پلیٹ ہوتی ہے تو دوسرے میں بوتل پکڑی ہوتی ہے اور تیسری ڈش پر نظر جمائی ہوتی ہے۔

(۱۱) یہ منظر انسانی شرافت کے بھی خلاف ہے اور روحِ اسلام کے بھی

منافی ہے۔

(۱۲) مختلف اور متنوع کھانوں کے تیار کرنے میں جہاں اسراف اور فضول خرچی ہے وہاں طبی اور طبعی لحاظ سے نقصان بھی ہے، کھانے والوں کی حرص وہوس اور لالچ بڑھتی ہے، ذہنی اور قلبی سکون، راحت اور اطمینان ختم ہو جاتا ہے۔

(۱۳) ایسے مواقع میں اکثر وبیشتر نمود ونمائش مقصود ہوتی ہے اور ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر خرچہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۱۴) ایسے ولیموں میں بے جا اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے، اس کے لئے قرض لیا جاتا ہے یا دوسروں سے تعاون کی اپیل کی جاتی ہے، بدقسمتی سے شادیوں پر شاہانہ اخراجات سماجی تفاخر کی علامت بن گئے ہیں اور بالائی طبقہ کی دیکھا دیکھی متوسط اور کم آمدنی والا طبقہ بھی اس لعنت کا شکار ہوتا جا رہا ہے، ایسے ولیموں اور شادیوں میں فضول خرچی اور بے جا خرچ سے سنگین معاشی، اخلاقی اور سماجی مسائل پیدا ہو رہے ہیں، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں میں ایک جانب تو لاکھوں افراد انتہائی غربت وافلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن دوسری جانب شادیوں میں جاہلانہ رسوم پر بے دردی سے کروڑوں روپے لٹا دیئے جاتے ہیں، حیرت تو اس بات پر ہے کہ یہ سب کچھ اس کے باوجود ہو رہا ہے کہ ہمارا ملک خوراک کے معاملے میں گونا گوں مسائل سے دوچار ہے اور بچوں کی صرف دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کے لئے لاکھوں افراد کو سخت محنت کرنا پڑتی ہے، اس صورتِ حال کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ اس منفی رجحان کی بہر صورت حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ پر عمل کریں، اسلام ہمیں سادگی

اور کفایت شعاری کا حکم اورنمود ونمائش اور اسراف وفضول خرچی سے بچنے کی تلقین کرتا ہے،تاہم اصلاحِ احوال کی سب سے زیادہ ذمہ داری ارباب اختیاراور معاشرے کے باشعور طبقات اور صاحب الرائے افراد پر عائد ہوتی ہے کہ وہ سادگی اپنائیں اوراپنے عمل کے ذریعہ سے نمود ونمائش اور اسراف وتبذیر کی حوصلہ شکنی کریں۔

(۱۵)اس میں ایک جائز ملکی قانون کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں کیونکہ دعوتوں،ولیموں اور دیگر تقریبات پر اخراجات کو ایک حدتک رکھنے کے لئے ملک میں ایک قانون بھی موجود ہے لیکن مقامِ افسوس ہے کہ خود مقننہ اس قانون پر عمل نہیں کرتی،وزراء اورارکانِ پارلیمنٹ کے ولائم دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں،جب خود مقننہ اپنے قانون سے مخلص نہ ہو تو دوسروں سے کیا شکوہ؟اگر صاحبِ اختیاراور اقتدارخود اس قانون پر عمل کرنا شروع کردیں تو عوام الناس سے اس کی پابندی کرانا کسی بھی طرح مشکل نہیں رہے گی۔

(۱۶)اس میں منتظمین (میزبانوں) کی سب سے بڑی غلطی شامل ہوتی ہے،اگروہ بیٹھ کر کھلانے کا انتظام کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ مہمان حضرات بیٹھ کر نہ کھائیں،جولوگ شادی بیاہ کی دعوت میں بیٹھ کر کھلانے پلانے کا انتظام کرتے ہیں مشاہدہ ہے کہ لوگ خوشی اور بڑے سکون سے بیٹھ کر کھانا کھاتے اور خوشی کا اظہار بھی کرتے ہیں،ہر شخص اطمینان سے کھاتا ہے،کوئی کھانے سے محروم نہیں ہوتا،دیکھنے میں بھی وقار،متانت اور سنجیدگی کا مظاہرہ ہوتا ہے،سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کھانا برباد نہیں ہوتا،اس معاشی بدحالی کے دور میں امتِ مسلمہ کو شاید اس بربادی کا

احساس ہو یا نہ ہو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس میں جس قدر اللہ کی نعمت کی ناقدری اور بربادی ہوتی ہے وہ ناگفتہ بہ ہے، آج ہماری کوئی تقریب اسلامی مزاج کے ہم آہنگ نہیں ہے، دوسری قومیں ہمارے متعلق کیا گمان کرتی ہوں گی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کی جماعت ہے جن کا ہر قدم اور جن کی ہر تقریب شریعت کے خلاف ہے۔

(۱۷) اس میں شادی ہال کے مالکوں کا قصور بھی ہے، انہوں نے ایسا ماحول اور طریقہ کار فراہم کیا ہوتا ہے کہ کوئی دیندار شخص سنت کے مطابق ولیمہ کھلانا چاہے تو شادی ہال میں اس کا انتظام نہیں ہوتا، مالکوں کو کم از کم اتنا انتظام تو کرنا چاہئے کہ ان کے شادی ہال میں سنت کے مطابق عمل ہو سکے۔

(۱۸) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

دوسرے اس قسم کی روش کا اصل محرک مغرب کی کورانہ تقلید اور اسلامی تہذیب وتمدن کے سلسلے میں احساسِ کمتری ہے، یہ ایک بڑی خطرناک اور مذموم ذہنیت ہے جو اس قسم کے جزوی اور فروعی مسائل کو بھی اپنی جگہ اہم بنا دیتا ہے۔

جدید فقہی مسائل (۱/۱۸۱) قدیم، پروگریسو بکس، لاہور۔

خواب میں ولیمہ دیکھنے کی تعبیر

خواب میں دعوتِ ولیمہ دیکھنے یا اس میں حاضر ہونے کی تعبیر دیکھنے والے شخص کی حالت، وقت اور جگہ کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، کبھی اس کی

تعبیر غم وفکر کا زوال اور حصولِ منصب ہوتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر اس کے برعکس غم، پریشانی، حزن والم اور ہاتھ سے تکلیف پہنچانے کی بھی ہوتی ہے۔

ماخذہ: تعطیر الانام فی تعبیر المنام (ص ۷۷۸) للشیخ عبدالغنی النابلسیؒ۔

☆الحاق☆

دعوتِ ختنہ کی شرعی حیثیت

بچے کے ختنہ کے موقعہ پر تقریب اور دعوت کرنا ثابت نہیں ہے لہذا اس کا معمول اور رواج بنانا یا سنت و مستحب سمجھ کر کرنا صحیح نہیں ہے، اگر کہیں اتفاقاً کرلی جائے تو گنجائش ہے، اس بارے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ کا تفصیلی فتویٰ ملاحظہ ہو۔

دعوتِ ختان کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، نہ تو نصاً اس کا کہیں ذکر ہے اور نہ ہی مشروعیت دعوت ضابطہ "الدّعوة في السّرور" میں داخل، اس لئے یہ دعوت جائز نہیں، پھر اس کو سنت سمجھنے میں بدعت ہونے کی قباحتِ شنیعہ مزید۔ تبدیع کے لئے عدم ثبوت ہی کافی تھا اور یہاں تو قرون مشہود لہا بالخیر میں اس پر نکیر موجود ہے۔

حدثنا عبداللّٰه حدثنی ابی حدثنا محمّد بن سلمة الحرانی عن ابن اسحق یعنی محمّدًا عن عبیداللّٰه أو عبداللّٰه بن طلحة بن کریز عن الحسن قال دعی عثمان ابن ابی العاصؓ الی ختان فابی ان یجیب فقیل له فقال انا کنّالا نأتی الختان علی عهد رسول اللّٰه ﷺ ولا ندعی له.

(مسند احمد (۴/۲۱۷) مطبع مؤسسة قرطبة مصر، وکذافی المعجم الکبیر للطبرانی (۹/۵۷) رقم الحدیث (۸۳۸۲) طبع مکتبه العلوم موصل عراق

روایة الأدب المفرد

حدثنازکریا بن یحییٰ قال حدّثنا ابواسامة عن عمروبن حمزة قال أخبرنی سالم قال ختننی ابن عمرؓ اناونعیما فذبح علینا کبشا.

پوری حدیث یوں ہے:

فلقدرأیتنا.........وانالنجذل له علی الصبیان ان ذبح عناکبشا،(ص ۳۳۳)باب الدعوة فی الختان،رقم الباب(۵۹۸)ورقم الحدیث(۱۲۸۲)دارالحدیث ملتان،

وقال:المحقق الشیخ خالدعبدالرحمٰن العک: ضعیف الاسناد موقوف

اس روایت کی سند کی تحقیق کی حاجت نہیں،بتسلیم صحت سند بھی اس سے بوجوہ ذیل استدلال صحیح نہیں۔

(۱)یہ صرف ایک واقعہ جزئیہ ہے جوحضرات صحابہ کرامؓ کے تعامل عام کے خلاف ہے۔

(۲)مشروعیت دعوت کے ضابطہ مذکورہ کے خلاف ہے۔

(۳)ائمہ حدیث وفقہ رحمہم اللہ نے اس کو اختیار نہیں فرمایا۔

وجوہ ثلاثہ مذکورہ کی بناء پر یہ جزئیہ واجب التأویل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب کولڑکیوں کی ولادت بہت ناگوارتھی۔

وإذابُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالأنثی ظلّ وجهه مُسْوَدّا وھو کظیم یتواری من القوم من سوءِ مابشربه ایمسکه علی ھون أم یدسه فی التراب الاساء

مایحکمون.

اس کے برعکس لڑکوں کی ولادت پر بہت خوش ہوتے تھے، بہت اتراتے اور فخر کرتے۔

عُتلّ بعدذٰلک زنیم اَن کان ذامال وبنین.

اس لئے وہ لڑکے کی ولادت پر اس کی تشہیر، اظہار مسّرت اور فخر ومباہات کی غرض سے اور اس امر کے اظہارواعلان کے لئے کہ لڑکی پیدا نہیں ہوئی لڑکا ہے، دعوتِ ختان کرتے تھے، اور اس کا ان میں عام دستور تھا، شریعت میں اس دعوت سے صراحۃً نہی وارد نہیں ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ نے اس دعوت کے خلاف ضابطہ شرعیہ وخلاف عقل ہونے کی وجہ سے اس کے ترک ہی کو ممانعت کے لئے کافی سمجھا، اور ایسے بدیہی البطلان کام سے صراحۃً نہی کی ضرورت نہ سمجھی، اس لئے صحابہ کرامؓ کے اتنے بڑے جم غفیر میں سے کسی ایک فرد کا عدم نص صریح وعدم شیوع ممانعت کی وجہ سے عرب کے دستورِ عام کے مطابق عمل کر لینا بعید نہیں۔

اقوال الفقهاء رحمهم الله تعالىٰ

کتب فقہ میں دعوتِ ختان کا ذکر ملتا ہے مگر ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

قال الاِمام الخرقی رحمه الله تعالىٰ: ودعوة الختان لايعرفها المتقدّمون، ولاعلیٰ من دعی الیها أن یجیب، واِنّما وردت السنة فی اجابة من دعی اِلی ولیمة تزویج.

وقال الامام ابن قدامۃؒ:یعنی بالمتقدمین:اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الذین یقتدی بھم وذلک لماروی ان عثمان بن ابی العاصؓ دعی اِلی ختان،فأبی أن یجیب،فقیل لہ،فقال: انا کنّا لانأتی الختان علی عھدرسول اللّٰہ ﷺ ولا ندعی اِلیہ”

رواہ الامام احمدؒ باسنادہ.اِذاثبت ھٰذا فحکم الدعوۃ للختان وسائر الدعوات غیر الولیمۃ......،انھا مستحبّۃ،لمافیھا من اطعام الطعام،والاِجابۃ الیھا مستحبّۃ غیر واجبۃ.........وھٰذا قول مالکؒ والشافعی،وأبی حنیفۃ،اصحابہ رحمھم اللّٰہ تعالیٰ.

وقال:فاماامرالاِجابۃ اِلیٰ غیرہ(طعام الولیمۃ)محمول علی الاِستحباب بدلیل انّہ لم یخص بہ دعوۃ ذات سبب دون غیرھاواِجابۃ کل داع مستحبّۃ لھٰذاالخبرولان فیہ جبر قلب الداعی وتطییب قلبہ وقد دعی احمدؒ اِلیٰ ختان فأجاب وأکل،فأماالدّعوۃ فی حق فاعلھافلیست لھا فضیلۃ تختص بھالعدم ورودالشّرع بھاولکن ھی بمنزلۃ الدّعوۃ بغیر سبب حادث فاذا قصد فاعلھا شکر نعمۃ اللّٰہ علیہ واطعام اخوانہ وبذل طعامہ فلہ اجر ذٰلک ان شاء اللّٰہ تعالیٰ.المغنی (۲۸۶/۷)

عبارتِ مذکورہ نص ہے کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں دعوتِ ختان کی بدعت کا کوئی وجود نہ تھا،البتہ اس عبارت میں امور ذیل محل بحث ہیں:

(۱)ائمہ حنفیہؒ کی طرف نسبتِ استحباب۔

جواب:

(۱)نقل مذہب میں غیر اصحاب مذہب کاقول معتبر نہیں،لأن صاحب البیت أدری بمافیه.

(۲)سائر الدعوات سے وہ دعوات مراد ہیں جوکسی داعیہ شرعیہ یا عقلیہ کی وجہ سے ہوں،دعوتِ ختان کوان میں داخل سمجھ کر ذکر کر دیا،حالانکہ اس کا عدمِ دخول واضح ہے۔یہ احتمال دوسرے ائمہ ثلاثہؒ کی طرف نسبت میں بھی موجود ہے،اوریہاں احتمال بعید بھی معتبر بلکہ واجب القبول ہے،لمابینا۔

(۲)دعوت بلاسبب کا اثبات۔

جواب:

(۱)اس میں امثلہ مذکورہ یعنی جبر قلب داعی،تطییب القلب،شکرنعمت،اطعام اخوان وبذل طعام کو بلا سبب قرار دینا صحیح نہیں۔

(۲)دعوت بلا سبب کا ثبوت تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا جوازاس سے مقید ہوگا کہ کسی ایسے امر کو سبب نہ سمجھا جائے جونہ شرعاً سبب ہو نہ عقلاً،دعوتِ ختان کو بلاسبب کہنا صحیح نہیں،سبب تو موجود ہے،مگر یہ سبب مخترع ہے شرعی ہے نہ عقلی،بلکہ شریعت نے اس کو سبب دعوت قرار دینے پر رد کیا ہے،عوام نے دستور زمانۂ جاہلیت کے مطابق غیر سبب کوسبب بنالیا ہے وھذاظاھر جدًا.

فعل ابن عمرؓ واقوال فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی یہ تأویل قرین قیاس نہیں کہ اس سے دعوت بوقت اندمال زخم مراد ہے جو بوجہ حصول صحت موقع اظہار شکر وسرور ہے۔

حاصل یہ کہ اس رسم شنیع وقبیح کا بطلان فی نفسہ بھی ظاہر ہے اور اس لئے

بھی کہ اس کی بنیاد جاہلیت کے مغضوب علیہم کے ایسے عمل مبغوض پر ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ بہت سخت نکیر فرمائی ہے،اتنے بڑے جرم عظیم کو سنت قرار دینے کی بدعت پر جتنی بھی تردید کی جائے اور اس کی جتنی بھی تبدیع و تشنیع و تقبیح بیان کی جائے کم ہے۔واللہ ھو العاصم من البدع فی الدین وھو الھادی لسبیل الرشاد،واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم.

احسن الفتاوی (۱۵۵/۸،۱۵۹،۷۷).

نیز ملاحظہ ہو خیر الفتاوی (۵۵۴/۱_۵۵۵)،فتاوی عثمانی (۱۰۷/۱) کتاب السنۃ والبدعۃ،وامداد المفتین (ص۲۰۱_۲۰۲) کتاب السنۃ والبدعۃ۔

مکان کا ولیمہ، نئے مکان میں وعظ اور مٹھائی تقسیم کرنا

فتاوی محمودیہ (۱۵۶/۵) قدیم، کتاب الحظر والاباحۃ، میں ہے۔

سوال، نیا مکان بنوا کر اس میں وعظ کہلوانا اور شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

الجواب: اگر برکت کے لئے،شکریہ کے طور پر بغیر کسی غیر ثابت التزام کے ایسا کرے تو درست ہے۔

فتاوی محمودیہ جدید (۱۴۸/۱۸) کتاب الحظر والاباحۃ، باب الضیافات۔

مولانا مفتی مہربان علی صاحب مذکورہ فتوی جامع الفتاوی (۶۷/۱) مکتبہ رحمانیہ لاہور، میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جہاں عملاً التزام ہو اعتقاداً نہ سہی وہاں ترک افضل ہے۔

☆مکان تعمیر کرتے وقت یا جدید رہائش گاہ میں منتقل ہوتے وقت جودعوت کی جاتی ہے اسے الوکیرۃ یا التوکیر کہا جاتا ہے،ایسے موقعہ پر دوست واحباب کی دعوت مستحب ہے اور اس کو قبول کرنا بھی مستحب ہے۔

عن ابی هريرةؓ قال:الوليمة حق وسنة،فمن دعی فلم يجب فقد عصى الله ورسوله،والخرس والأعذاروالتوكيرانت فيه بالخيار،قال: قلت:اني والله لا ادری ماالخرس والاعذاروالتوكير،قال:الخرس: الولادة،والاعذار:الختان،والتوكير:....الرجل يبنی الداروينزل فی القوم،فيجعل الطعام،فيدعوهم فهم بالخياران شاء واجابواوان شاء وا قعدوا.

قلت:فی الصحيح بعضه.مجمع البحرين(۲/۱۹۰.۱۹۱)كتاب الوليمةوالعقيقة،باب الدعوة فی الولائم وفی التعليق عليه،اسناده ضعيف فيه:يحی بن عثمان التيمی القرشی ابو سهل البصری:ضعيف،انظر /مختصرالكامل للمقريزی(۹/۲۱)...والحديث اخرجه الطبرانی فی الاوسط(۴ /۱۹۳)الحديث(۳۹۴۸)انظر/مجمع الزوائد(۴ /۵۵)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ولیمہ حق اور سنت ہے پس جس کو اس کی دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور خرس اور اعذاراورتوکیر کے بارے تجھے اختیار ہے، مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے کہا کہ خرس اعذار اور توکیر کیاہے؟میں نہیں جانتا،انہوں نے فرمایا کہ خرس ولادت کی دعوت ہے اور اعذار ختنہ کی ہے اور توکیر یہ ہے کہ آدمی گھر بنائے اور لوگوں کے

پاس جائے اور کھانا تیار کر کے دعوت دے،توان کو اختیار ہے اگر چاہیں تو قبول کرلیں اور اگر چاہیں تو بیٹھ جائیں،قبول نہ کریں۔

نئے مکان کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرنا

فتاوی محمودیہ جدید(۱۴۸/۱۸) میں ہے۔

سوال:نیا مکان تعمیر کرنے کے بعد دعاء خیر اور شرینی وغیرہ برکت کی نیت سے تقسیم کرسکتا ہے؟

جواب:کوئی مضائقہ نہیں مگر شیرینی وغیرہ میں کچھ تفاخر ونمائش کا رنگ نہ آنے پائے۔

سفر سے واپسی پر دعوت

کسی مسافر کے سفر سے واپس آنے پر دعوت کرنا مستحب ہے،ایسی دعوت کو النقیعہ کہا جاتا ہے خواہ مسافر دعوت کرے یا دوسرے اس کی دعوت کریں۔

عن جابربن عبدالله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينةنحرجزورًااوبقرةً،زاد معاذ عن شعبة عن محارب سمع جابر بن عبدالله:اشترى منى النبى ﷺ بعيرا بأوقيتين ودرهم او درهمين،فلما قدم صراراً امرببقرة فذبحت فأكلوامنها،فلماقدم المدينة امرنى ان آتى المسجدفاصلى ركعتين ووزن لى ثمن البعير.

صحيح البخارى(۴۳۴/۱)كتاب الجهاد والسير،باب الطعام عند القدوم،وكان ابن عمريفطرلمن يغشاه .

وکذا فی سنن ابی داؤد(۲/۱۷۰)کتاب الاطعمۃ باب الطعام عندالقدوم من السفر.

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے اونٹ یا گائے ذبح کی ،ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت جابرؓ سے دواوقیہ اور ایک درہم یا دو درہم کے عوض اونٹ خریدا اور جب مدینہ کے قریب مقام صرار پہنچے تو اس کے ذبح کا حکم دیااور سب نے اس کا گوشت کھایا پھر جب مدینہ پہنچے تو اونٹ کی قیمت ادا کی۔

☆امام بخاریؒ نے تعلیقاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول نقل فرمایا ہے کہ جب وہ سفر سے واپس آتے تو ملاقاتیوں کی وجہ سے چند دن روزہ نہ رکھتے ملنے والوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر دعوت کرنا سلف صالحین کے ہاں مستحب عمل ہے۔فتح الباری(۶/۲۳۹).

طعام التزویج (شادی کا کھانا)

ولیمہ تو ایک مخصوص کھانا ہے،اس کے علاوہ شادی بیاہ کے موقعہ پر جو مہمان اور رشتہ دار وغیرہ آئے ہوئے ہوتے ہیں ان کی مہمان نوازی کرنا اور کھانا کھلانا بھی مستحب عمل ہے،اسے طعام التزویج یعنی شادی کا کھانا کہاجاتا ہے۔یہ ضیافت کی ایک صورت ہے۔

مستدرک حاکم میں حدیث مروی ہے کہ نجاشی رحمہ اللہ نے نبی علیہ السلام اور ام حبیبہؓ کا نکاح پڑھایا تو سب حاضرین کو کھانا کھلایااور فرمایا کہ انبیاء کرام کی سنت

یہ ہے کہ وہ شادی کا کھانا کھلاتے تھے،علامہ ظفر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ ولیمہ کا کھانا نہ تھا بلکہ شادی کا کھانا تھا نیز فرماتے ہیں کہ شادی کے موقعہ پر مجلس نکاح میں کھجوریں وغیرہ تقسیم کرنا بھی طعام التزویج میں شامل ہے۔اعلاء السنن (۱۲/۱۱)۔

ختمِ قرآن کی دعوت

بچوں کے ختمِ قرآن کے موقعہ پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا جائز ہے، حضرت عمرؓ نے سورہ البقرہ کی تعلیم بارہ سال میں مکمل کی اور اس خوشی میں اونٹ ذبح کیا۔

عن مرداس بن محمد ابی بلال الاشعری قال حدثنا مالک عن نافع عن ابن عمرؓ قال:تعلم عمرؓ البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلماختمها نحرجزورًا.

الجامع لا حکام القرآن للقرطبیؒ (۱/۳۰) مقدمة المؤلف،باب کیفیة التعلم والفقه الخ مطبوعه بیروت.

واخرج الخطیب فی رواة مالک والبیهقی فی شعب الایمان عن ابن عمر قال:تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة،فلماختمها نحرجزورًا.

الدرالمنثور فی التفسیر بالماثورللسیوطیؒ (۱/۵۰) اول سورة البقرة،داراحیاء التراث العربی.

نیز ابتداء میں اقسام ولیمہ کی بحث میں ہم نقل کر چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری کی تکمیل پر پُرتکلف دعوت کی تھی۔اورختم قرآن کے موقعہ پر جو دعوت کی جاتی ہے اسے ''الحذاق'' کہا جاتا ہے۔لہذا ختم قرآن کے موقعہ پر دعوت

درست ہے البتہ فخر ونمود یا اپنی حیثیت سے زیادہ قرض لیکر خرچ کرنا جائز نہیں نیز التزام سے بھی احتراز ضروری ہے۔

احسن الفتاوی (۱۵۴/۸) کتاب الحظر والاباحۃ۔

حاجی کی دعوت

حج کرنے پر حاجی اگر اظہارِ مسرت کے لئے اپنے اعزہ واقاب، دوست احباب اور رشتہ داروں کی دعوت کرے یا دوسرے لوگ اس کی دعوت کریں تو یہ فی نفسہ جائز ہے مگر اس کا ایسا التزام کہ اگر نہ کرنے کو معیوب اور ایک دوسرے پر قرض سمجھا جانے لگے تو جائز نہیں۔ احسن الفتاوی (۱۵۵/۸)

عرس کی دعوت میں شرکت

مروّجہ عرس میں بہت سے مشرکانہ افعال، بدعات اور برے کاموں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس لئے عرس بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہوتا ہے، ان عرسوں کا منعقد کرنا اوران کی دعوت دینا اوران میں شرکت کرنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے اور وہاں جو دعوت اور کھانا پینا ہوتا ہے وہ سب عموماً غیر اللہ کے نام کی نذر ومنت کا ہوتا ہے، اس لئے اس کو تبرک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

اہلِ میت کی طرف سے دعوت

آج کل بعض علاقوں میں اہلِ میت کی طرف سے کھانا تیار کیا جاتا ہے اور خویش واقارب اور دوست احباب کو دعوت دی جاتی ہے، وہ جمع ہو کر اس کھانے میں شرکت کرتے ہیں، اس رسم کو ضروری خیال کیا جاتا ہے، شریعت کی رو سے اہلِ میت کی طرف سے کھانا تیار کرنا اور دعوت کرنا ناجائز اور بدعت ہے اور اس کی چند اہم وجوہات یہ ہیں۔

(۱) یہ رسم اصل میں ہنود کی ہے، مسلمانوں نے ان سے لی ہے لہذا اس میں تشبہ بالہنود ہے۔

(۲) شریعت میں غمی کے موقعہ پر اہلِ غم کی طرف سے دعوت کرنا مشروع نہیں ہے، اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، فقہی قاعدہ ہے:

ان الدعوۃ شرعت فی السرور لافی الشرور.

(۳) اس دعوت کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے جو کہ التزام ہے اور اصول یہ ہے کہ التزام مالا یلزم ناجائز ہے۔

(۴) دعوت پر جو رقم خرچ ہوتی ہے اس میں عموماً نابالغ بچوں اور یتیموں کا حصہ بھی ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: والذین یأکلون اموال الیتامی ظلماً انما یأکلون فی بطونھم ناراً وسیصلون سعیراً (النساء ۴: ۱۰)

اور نابالغ کا مال صدقہ وخیرات کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔

(۵) اس دعوت سے مقصود ایصالِ ثواب نہیں ہوتا بلکہ ریاء ونمود مطلوب

ہوتی ہے یا لوگوں کے طعن و تشنیع کے ڈر سے دعوت کی جاتی ہے جو کہ شرکِ اصغر ہے، یہاں ایصالِ ثواب مقصود نہ ہونے کے چند قرائن ہیں۔

(الف) اخفاءِ صدقہ افضل ہے بالاتفاق، اس کے باوجود اگر اخفاء (چھپ کر صدقہ کرنے) کی ترغیب دی جائے تو یہ لوگ اسے ہرگز قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، علی الاعلان دعوت پر اصرار کرتے ہیں۔

(ب) صدقہ بصورتِ نقد دینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں اخفاء بھی سہل ہے اور فقراء کے لئے نافع بھی زیادہ ہے کہ جیسی ضرورت ہوگی اس نقد رقم سے پوری کر لی جائیگی اور اگر فی الحال کوئی ضرورت پیش نہ ہو نقد رقم وقتِ ضرورت کے لئے محفوظ رکھی جا سکتی ہے، دعوت میں یہ فوائد موجود نہیں بلکہ بعض دفعہ کھانا مضر بھی ہوتا ہے معہذا نقد صدقہ سے ایصالِ ثواب پر کوئی راضی نہیں ہوتا۔

دوسرے درجہ میں صدقہ کی بہتر صورت یہ ہے کہ حاجت مند کی ضرورت کے پیشِ نظر اسے صدقہ دیا جائے یعنی مریض کو دواء، مسافر کو کرایہ، ٹکٹ، توشہ وغیرہ بھوکے کو کھانا اور برہنہ کو لباس، جوتا، موسم سرما میں بے سروسامان کو کمبل، رضائی وغیرہ، غرضیکہ دفع ضرورت کا خیال رکھا جائے مگر یہاں تو بہر صورت کھانا ہی کھلایا جاتا ہے خواہ مریض بغیر دواء کے کراہ رہا ہو، برہنہ جسم سردی سے ٹھٹھر رہا ہو یا شدت گرمی سے جلا جا رہا ہو، مسافر منزل مقصود تک پہنچنے سے لاچار اور مجبور ہونے کی وجہ سے پریشان ہو، اگر ان لوگوں کو دعوت کی بجائے صحیح طریقِ صدقہ کا مشورہ دیا جائے جو کہ فقراء کے لئے بھی نافع ہو اور میت کے لئے بھی اور خود صدقہ کرنے والوں کے لئے بھی، تو جواب یہ ملتا ہے کہ دعوت نہ کرنے کی صورت میں برادری ناراض ہو جائے گی

ہماری ناک کٹ جائے گی،لوگ کہیں گے''مر گیا مردود نہ ختم نہ درود''۔

(ج)اگرایصال ثواب مقصود ہوتا تو فقراء ومساکین کو مقدم سمجھا جاتا،حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ اقرباء واحباب کا اجتماع ہوتا ہے یا پھر اصحابِ اقتدار اور اہل ثروت لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے،فقراء تو صرف برائے نام ہوتے ہیں بلکہ کئی مواقع پر برائے نام بھی کوئی فقیر نہیں ہوتا،ان حالات میں اس دعوت کو کون یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ ایصال ثواب کے لئے ہے۔ماخذہ:احسن الفتاوی(۳۵۵/۱)۔

عدمِ جواز کی دلیل

(۱)عن جریربن عبدالله البجلی رضی الله عنه قال:کنانری الاجتماع الی اهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة.

سنن ابن ماجة (ص۱۱۶)ابواب ماجافی الجنائز،باب ماجاء فی النهی عن الاجتماع الی اهل المیت وصنعة الطعام:

(۲)عن اسماعیل عن قیس عن جریر بن عبدالله البجلی رضی الله عنه قال:کنا نعدّ الاجتماع الی اهل المیتِ و صنیعة الطعام بعددفنه فی النیاحة.

مسنداحمد(۶۵۰/۲)رقم الحدیث(۶۹۲۲)مسند عبدالله بن عمرو بن العاص.

(واضح رہے کہ حدیث جریرؓ مسند احمد میں مسند عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ میں منقول ہے،جس کی وجہ معلوم نہ ہوسکی،مسند جریر میں موجود نہیں ہے)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اہل میت کے ہاں

جمع ہونے اور (ان کی طرف سے) کھانے تیار کرنے کو نوحہ شمار کرتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی اور اس کے بعد اہل میت کی طرف سے کھانے کی تیاری اور لوگوں کے اجتماع کو نوحہ شمار کیا جاتا تھا اور نوحہ بالاجماع حرام اور ناجائز ہے لہذا اہل میت کا کھانا بھی حرام اور ناجائز ہوگا۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال لعن رسول اللہ ﷺ النائحة والمستمعة.

ابو داؤد (۹۳/۲) کتاب الجنائز، باب فی النوح.

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں نبی علیہ السلام نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

ایک استدلال اور اس کا جواب

عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال: خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی جنازة....فلمارجع استقبله داعی امرأته فاجاب ونحن معه الحدیث.

مشکوٰۃ المصابیح (۵۴۴/۲) کتاب الفتن، باب فی المعجزات.

اس حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام ایک میت کو دفنانے سے فارغ ہو کر آئے تو میت کی بیوی نے دعوت دی اور آپ نے قبول فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ اہل میت کی دعوت درست اور صحیح ہے ورنہ نبی علیہ السلام قبول نہ فرماتے لیکن اس

کا جواب یہ ہے کہ مشکوۃ المصابیح، ریاض الصالحین اور بلوغ المرام وغیرہ کتب حدیث کی طرح حدیث کی کتاب ہے اس میں مصنف نے اپنی سند سے کوئی حدیث نہیں لکھی بلکہ دوسری کتب حدیث سے احادیث نقل کر کے ایک مجموعہ تیار کیا ہے، یہ حدیث جن کتب سے نقل کی گئی ہے ان میں امرأته کے الفاظ نہیں ہیں، امرأته کا معنیٰ ہے" میت کی بیوی نے دعوت کی تھی" بلکہ امرأة کے الفاظ ہیں یعنی کسی عورت نے دعوت کی تھی لہذا مشکوٰۃ میں جو امرأته کا لفظ ہے یا تو یہ صاحب مشکوٰۃ کا ذہول ہے یا کسی کاتب کی غلطی ہے یا یار لوگوں کی کارستانی ہے اور عربی سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ" امرأة" کو "امرئة" بھی لکھ دیا جاتا ہے، اس طرح امرأة کو امرأته لکھ دینا کوئی بعید نہیں ہے۔

صاحبؒ مشکوٰۃ نے یہ حدیث ابوداؤد اور دلائل النبوۃ للبیہقی سے نقل کی ہے اوران دونوں میں امرأة کا لفظ ہے۔

ملاحظہ ہو سنن ابو دائود (۲/ ۱۱۸) کتاب البیوع، باب فی اجتناب الشبهات.

نیز یہ حدیث مشکل الآثار (۲/ ۱۳۲)، معتصر (ص ۱۶۹)، شرح معانی الآثار (۲/ ۳۳۰) سنن دارقطنی (۲/ ۵۴۵) مسند احمد (۵/ ۶۹۳)، السنن الکبری للبیہقی (۶/ ۹۷)، عقود الجواہر المنیفة (۲/ ۶۲)، خصائص الکبری (۲/ ۱۰۳) مستدرک حاکم (۴/ ۲۳۴)، محلی ابن حزم (۷/ ۴۱۵)، عون المعبود (۳/ ۲۴۹) اور بذل المجهود (۴/ ۲۳۹) وغیرہ کتب میں موجود ہے اور ان سب میں امرأة کے الفاظ ہے، لہذا اس سے استدلال کسی صورت درست نہیں ہے۔

واضح رہے کہ بذل المجہود کی تالیف کے وقت مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ملکی اور غیر ملکی تصحیح شدہ مختلف چھ نسخے موجود تھے، حضرت سہارنپوریؒ تصریح فرماتے ہیں کہ ان سب میں داعی امرأۃ کے الفاظ ہیں۔

ریاض محمد بلگرامی
فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی
رئیس دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی

Waseem Graphics 0333-4165728

الخلیل پبلشنگ ہاؤس
دوکان نمبر B-1 فضل داد پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی
Ph: 051 - 5553248 , 0300 - 5034629, 0331-5459409